اسلامی فلسفہ

اور

مارکسزم

تالیف

محسنؒ علی نجفی

پیش کش

شعبۂ نشریات جامعۃ اہل البیت

۷/۴ ایف اسلام آباد (پاکستان)

نام کتاب : اسلامی فلسفہ اور مارکسزم

مصنف : محسن علی نجفی

کتابت : اصغر خورشید عالم

پرنٹرز : ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی

سن اشاعت : ۱۹۸۳ء

قیمت : ۱۰ روپے

پیشکش

شعبۂ نشریات جامعہ اہل بیت

۷/۴، ایف - اسلام آباد - (پاکستان)

فہرست

افتتاحیہ ۵

فلسفیانہ مکاتیبِ فکر ۹

ڈائلکٹک ۱۱

تاریخ ڈائلکٹک ۱۳

فلسفۂ کانٹ ۱۵

فلسفۂ فاختہ ۱۵

فلسفۂ ہیگل ۱۶

میٹریلزم ڈائلکٹک ۱۸

ڈائلکٹک کے ارکانِ اربعہ ۲۰

تضادات ۲۱

تضادات کی تشریح ۲۵

تناقض اور تضاد ۲۷

تضادات کی اقسام ۳۲

ضدین کی تبدیلی ۳۴

مختلف قوتوں میں تضاد ۳۵

کیا ہر شے میں تضاد ہے ۳۶

تضادات کی مثالیں ۳۷

تضادات کے ساتھ تضاد گوئی ۴۱

ردِ عمل کی قوتِ خلاقہ ۴۲

ترقی و تغیر کے لیے خارجی عوامل بدرکار ہیں ۴۲

حرکت ۴۵

مارکسزم کا نظریہ ۴۷

حرکت کیا ہے؟ ۴۸

حرکت در مادہ ۴۹

حرکت جوہری ۵۱

کیا ہر چیز حرکت کرتی ہے ۵۳

قانون حرکت اور ڈائلکٹک ۵۴

اقتصاد اور ڈائلکٹک ۵۵

قانون شکنی ۵۵

ذہنی حقائق ۵۶

حقیقت کی تعریف ۵۷

تنقیدی جائزہ ۵۷

فکر ۶۰

کیا فکر مادی ہے؟ ۶۱

حافظہ ۶۲

مادی فکر ۶۸

افکار اور کلیت ۶۹

افکار اور علوم میں ترقی ۶۹

روح ۷۱

روح کی حقیقت ۷۳

خود آگاہی ۷۶

دلیلِ روح ۷۷

اشیاء کا باہمی ارتباط ۸۱

مارکسزم کا نظریہ ۸۳

قانونِ علل و اسباب ۸۴

تجرید کا الزام ۸۵

دفعۃً انقلاب ۸۷

مارکسزم کا نظریہ ۸۹

تنقیدی جائزہ ۹۱

ڈائلکٹک نظریات میں تصادم ۹۳

معاشرہ اور انقلاب ۹۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِفتتاحیہ

تخلیقاتِ ارضی وسماوی میں جو شرف نوعِ بشر کو حاصل ہے اس کا سبب وہ جوہر ہے جسے "عقل" کے نام سے موسُوم کیا جاتا ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کے ذریعے بنی آدم نے کارخانۂ ہست کی ہر دُوسری خِلقت کو اپنے دامِ اختیار میں اسیر کیا، اور اپنے کاروبارِ حیات کو دیگر تمام حیاتیاتی گروہوں سے ممیّز کیا۔

قوانینِ انسانی میں نظریۂ سزا وجزا کی بناء وہ اِختیار ہے جو اِنسان کو اپنے افکار و اعضاء کے حوالے سے حاصل ہے۔ اِسی اِختیار کی وجہ سے وہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد بھی ہے۔ اور اُن کا ذمّہ دار بھی۔ پروردگار نے حضرتِ انسان کو اس آزادانہ اختیار کے ساتھ جہانِ ارضی وسماوی کی خلافت عطا فرمائی، اور یہی آزادانہ اختیار جس کی اساس عقل ہے اِنسان کو دیگر حیاتیاتی گروہوں پر امتیاز و برتری بخشتا ہے۔

انسان اس کارخانۂ ہست کی واحد منفرد مخلوق ہے جسے اپنی حیات

کے لمحے لمحے اور قدم قدم پر حقِ انتخاب عطا کیا گیا ہے کہ وہ خُود اپنا لائحہ عمل منتخب کرے، اور اپنی زندگی کو اسی لائحہ عمل کی روشنی میں بسر کرے۔ وہ لائحہ عمل کیا ہے؟ یہی سوال درحقیقت مختلف نظریات کی وجہ ایجاد ہے۔ شعُور کی پہلی منزل سے آج تک عقلِ انسانی اسی دیرینہ سوال کے جواب میں مختلف النوع مُوشگافیاں فرما رہی ہے، اور جہانِ فلسفہ و نظریات کی سرحدیں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔

مگر ہمارے مُعاشرے کا مسئلہ "لائحہ عمل کیا ہے" ؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ سوال درحقیقت عقلِ انسانی کو ایک ناقابلِ اختتام تحرک عطا کرتا ہے اور انسان مختلف سنگ ہائے میل سے گزرتا ہُوا آخر کسی نہ کسی منزل پر قیام کر لیتا ہے۔ خواہ وہ منزل غیر حقیقی ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارا حقیقی مسئلہ حقیقتِ بشری کے حوالے سے مکمل بے حسی اور بے خبری ہے۔ ہم نے آج تک اپنی زندگیوں کے لیے کسی مُنضبط و منظم لائحہ عمل کی ضرُورت محسوس ہی نہیں کی بلکہ خود رَو پودوں کی طرح اپنی زندگیوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے۔ نتیجۃً ہم بے خبری کے ایسے محیط میں گرفتار ہیں جس کے اندر اور باہر چاروں طرف گھری تاریکی ہے۔

صُورتِ حال کے حقیقی ادراک کے لیے ہم ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں تو ہمیں بجُز شرمندگی کچھُ حاصل نہ ہوگا۔ بحمد اللہ ہم ایک مُسلم اکثریتی مُعاشرہ میں کاروبارِ حیات میں مصرُوف ہیں۔ ہم سے کس قدر افراد حقیقتِ فلسفۂ اسلامی سے آگاہ ہیں۔ فرقہ وارانہ تفاوت و تفریق ایک طرف،

ہمارے کتنے نوجوان اپنے مسلک کے بُنیادی علوم سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اعلیٰ فقہی مسائل ایک طرف ہمارے نوجوانوں کی اکثریت روزمرّہ زندگی کے حوالے سے شرعی احکامات سے بھی واقف نہیں۔

اس بے خبری کا نقصان فقط یہی نہیں کہ آج تک ہمارا معاشرہ مضبُوط بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکا اور ہم ہر حوالے سے بین الاقوامی جغرافیہ میں کم حیثیت ہیں بلکہ اس کا سب سے بڑا نقصان وہ حملے ہیں جو مختلف نظریاتی کیمپوں سے ہماری نظریاتی سرحدوں پر ہو رہے ہیں اور وہ طبقہ جو دانش و بصیرت کے ہتھیاروں سے لیس ہم نے اپنے نظریاتی دفاع کے لیے تیّار کیا تھا وہ دُشمنوں کے سامنے ہتھیار پھینک رہا ہے جس میں اکثریت ہمارے قومی گلشن کی نَوخیز کلیوں کی ہے۔ ہمارے تعلیم یافتہ یا طالب عِلم نوجوان تیزی سے نظریاتی شعبدہ گروں کی سُرخ آندھی کا شکار بن رہے ہیں۔

ہمارے ان نوجوان حلقوں میں لادینی نظریات کے نفوذ کی وجہ صرف اور صرف ہماری بے خبری اور بے حِسّی ہے۔ جو نسلِ قدیم کے ورثے میں اِس جوانسال نسل کے حِصّے میں آئی ہے۔ ہم جِس طور سے اپنی دیگر ضروریات میں بُری طرح بیرُونی امداد اور قرضہ جات پر انحصار کیے ہُوئے ہیں، اُسی طوُر ہم اپنی اعلیٰ ترین نظریاتی وراثت کے مطالعے اور تحقیق کی تکلیف سے پہلو تہی برتتے ہُوئے خوشنما نعروں کے جال میں اُلجھتے جا رہے ہیں حالانکہ ہم اپنے نظریات سے لاعلم تو ہیں مگر اُن سے فرار کے بعد کسی دُوسرے نظریے کو بھی اختیار کرتے ہوئے اپنی روایتی تساہل پسندی اور بے خبری

کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ہمارا تمامتر انحصار ظاہری حسن و زیبائش پر ہے۔

درحقیقت ہمارا معاشرہ دلفریب نعروں اور وعدوں کا معاشرہ بن چکا ہے۔ ہمارے اذہان کی وقعت و قیمت فقط چند سستے استدلال رہ گئے ہیں ہماری یہ نظریاتی و علمی بے حسّی عقل کو تسخیر کر رہی ہے۔ اتباع کی منزل تک لے آئی ہے جس کی پراپیگنڈا مشینری کی بے ہنگم ہاؤ ہو ہماری عقل کو تسخیر کر رہی ہے۔ ہمیں جہالت کے ایک ایسے حصار میں گرفتار کر دیا گیا ہے جہاں کوئی صدیق آواز ہم تک نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا ہم اپنی سخیف آوازوں کی کمزوری کو چھپانے کے لیے مسلسل بدیسی لہجوں میں چیخ رہے ہیں۔ ہم پنڈولم کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف غیر اختیاری ہچکولے کھا رہے ہیں۔ نہ ہمیں ذہنی ثبات حاصل ہے نہ رُوحانی قرار نہ معاشرتی سکون میسر ہے نہ مادّی وقار ہم بھکاریوں کی طرح عقلوں کے کشکول تھامے مُختلف دروازوں پر صدائیں دے رہے ہیں۔ ایسا ہی دور کسی معاشرے اور قوم کا بدترین تاریخی دَور ہو سکتا ہے

اس تجزیاتی گفت گو کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم عالمِ یاسیّت میں ہپّی ازم کے مقلّد ہو جائیں بلکہ یہ آئینہ بینی کی دعوت ہے کہ ہمیں اپنے اذہان پر منجمد بے حسّی کی یہ کائی اتار پھینکنی چاہیئے۔ ہمیں احساسِ کمتری کے خُول سے باہر آجانا چاہیئے۔ حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی تسخیر کا عزم کرنا چاہیئے کیونکہ ہمیں ایک جُداگانہ قومی تشخّص کے ساتھ بین الاقوامی جغرافیہ میں اپنا وجُود برقرار رکھنا ہے۔ ہمیں اپنے گردونواح میں بکھرے ہوئے خوشہ ہائے دانش و علم کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور جسے عقل سُودمند قرار دے۔ اسے اپنے اذہان کی کھیتی میں کاشت کرنا چاہیئے۔

مجتبیٰ شیرازی

فلسفیانہ مکاتبِ فکر

آج کے کتب خانے فکرِ انسانی کی مساعیٔ تحقیق و جستجو کے شہ پاروں سے بھرے پڑے ہیں، اور جہانِ دانش و بصیرت میں عقائد و افکار کے اَن گنت خزائن بکھرے ہُوئے ہیں مگر عمل کی دُنیا میں ان میں سے فقط مندرجہ ذیل چار مکاتیبِ فکر مقبول و مُروّج ہیں :-

۱ : سرمایہ داری (کیپٹلزم)

۲ : اشتمالیت (کمیونزم)

۳ : اشتراکیت (سوشلزم)

۴ : اِسلام

اوّل الذکر یعنی نظامِ سرمایہ داری کسی فلسفیانہ اساس پہ استوار نہیں، اور نظامِ کائنات اور انسان کے حوالے سے کسی مخصوص عقیدے یا نظریے کا قائل نہیں، اور اس غرض سے وہ نہ تو کوئی نظریہ پیش کرتے ہیں اور نہ ہی الٰہیاتی یا مادی نظریات میں سے کسی سے تعلق جوڑتے ہیں۔ حالانکہ اِس نظام کا تمام تر طرزِ عمل مادیت پرستی پر مبنی ہے، مگر پھر بھی وہ کائنات اور اس کے نظام کی مادی توجیہات پر مبنی نظریات سے اتفاق نہیں کرتے۔ یعنی یہ نظام چار نوعیت کی آزادیوں کی ضمانت پہ استوار ہے۔

۱ : سیاسی آزادی ۲ : فِکری آزادی ۳ : اِقتصادی آزادی ۴ : اِنفرادی آزادی

کمیونزم اور سوشلزم

ان ہر دو مکاتیبِ فکر کی نظریاتی اساس ڈائلکٹکی فلسفہ ہے۔ جو مغربی استحصالی نظام اور مغرب میں رجعت پسندانہ عقائد و افکار کے خلاف ردِ عمل ہے۔ یہ فلسفۂ حیات جسے ڈائلکٹک میٹریلیزم کے نام سے کارل مارکس نے متعارف و مرتب کیا۔ انہی مارکسی نظریات کی بناء پر ایک نظام کا داعی بھی ہے۔ جسے کمیونزم کہا گیا۔ مگر اس نظریے اور نظام کا بانی اسے عملی نفاذ نہ دے سکا اور اس کے بعد جب دیگر افراد نے اس کی عملی ترویج کی کوشش کی تو کئی مقام پر مارکس کے نظریات ناقابلِ عمل ثابت ہوئے۔ انہی اختلافات کے بعد مارکسی بنیادوں پر جو عملی نظام قائم ہوا اسے سوشلزم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سوشلزم نظامِ کمیونزم کی عملی شکل ہے جس کا اساسی فلسفہ ڈائلکٹک میٹریلیزم ہی ہے۔

اِسلام

اِسلام ایک الٰہیاتی اور مابعد الطبیعاتی نظریۂ حیات ہے، اور انہی فلسفیانہ نظریات کی بنیاد پر ایک نظامِ حیات قائم ہے جو افکار اور اعمال کی دنیا میں ایک جُدا تشخص اور نقطۂ نظر رکھتا ہے۔

مذکورہ بحث کے بعد فلسفۂ حیات کے ضمن میں دو واضح نظریات ہمارے سامنے آتے ہیں یعنی مابعد الطبیعاتی نظریات اور ڈائلکٹک مادّی نظریات اور جہانِ فکر و عمل انہی دو نظریات کا مقابلہ اور مسابقہ ہے۔

ڈائلکٹک

DIALECTIC

— تاریخ ڈائلکٹک

— فلسفۂ کانٹ

— فلسفۂ فاختہ

— فلسفۂ ہیگل

— میٹریلزم ڈائلکٹک

— ڈائلکٹک کے ارکانِ اربعہ

ڈائلکٹک

DIALECTIC

مادّی ڈائلکٹکی نظریات اور الٰہیاتی مابعد الطبیعاتی نظریات کے تقابلی جائزے سے قبل ہم ان دونوں نظریات کا تفصیلی تعارف کرانا چاہیں گے تاکہ قارئین ہماری بحث میں بھرپور انداز سے شریک ہوسکیں۔

تاریخِ ڈائلکٹک

ڈائلکٹکی نظریات کی اہم ترین اصطلاح ڈائلکٹک HERACLITOS ایک یونانی لفظ ڈائلگو DIALGO سے ماخوذ ہے۔

HERACLITOS قدیم یونان کے شہر EPHESE کے ایک عزلت پسند فلسفی تھے۔ جن کا نظریہ یہ تھا کہ کائنات کی اساس اور حقیقت آگ ہے اور یہ ہمیشہ تغیر و تبدّل کا شکار رہتی ہے۔ وہ کائنات کو ایک بہتے ہوئے دریا سے مثال دیتے تھے۔ جس کے رواں دواں پانی اور دیگر اجزاء کو ثبات نہیں۔ ان کے مطابق کائنات کی ہر شے اگر ایک نظر میں موجود ہے تو اسی نظر میں معدوم بھی ہے۔ یعنی کسی موجود کی موجودگی ثابت و ساکن نہیں بلکہ ہر لحظہ متغیر و متبدل ہے۔ لہٰذا کسی بھی شے کو موجود نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر شے میں وجود و عدم

کی کُل وقتی جنگ جاری ہے اور یہی تضادات وتصادم کائنات کی بقاوارتقا کا ذریعہ ہیں۔ اِس طرح HERACLITOS کائنات کو ہمہ وقت متحرک مانتے تھے۔ اور یہ دُنیائے فلسفہ میں DIALECTIC کا پہلا تعارف تھا۔ ان کے علمی مقام کی یہ حالت تھی کہ وہ سُورج کے حجم کو ایک قدم کے برابر سمجھتے تھے اور عقیدہ تھا کہ سُورج غرُوب کے وقت پانی میں بُجھ جاتا ہے۔

گو ان کے بعد تمام فلاسفروں نے ان کے نظریات کو یکسر مُسترد کیا اسی لیے علمی اور فلسفی حلقوں میں ان کا نام ونشان تک نہیں ملتا مگر دیگر فلاسفر حضرات نے اس لفظ کو طرزِ استدلال کے معنوں میں اِستعمال کیا۔ اور فِکری مُعاملات میں متضاد استدلات کو جدلیات DIALECTICS کا نام دیا۔ اِس طرزِ استدلال میں ایک فریق دوسرے سے دو باہم متضاد بیانات میں سے ایک کی حقیقت کا اعتراف کروالیتا۔ چُونکہ کِسی ایک حقیقت کے بارے میں دو متضاد آراء بیک وقت صحیح نہیں ہوسکتیں۔ اِس لیے فریقِ مُخالف کِسی ایک بیان یا رائے کو درست تسلیم کرتا۔ اور پھر اوّلین فریق اِسی تسلیم شدہ بیان کی روشنی میں اپنے مُوقف پر استدلال قائم کرتا ہے۔ مثلاً ایک بحث کے دَوران سُقراط نے سفالوس سے عدالت کی تعریف دریافت کی۔ سفالوس نے جواب دیا۔ "عدالت حقیقت گوئی اور قرض کی ادائیگی کا نام ہے۔" سُقراط نے اِس تعریف کی روشنی ہی میں ایک متضاد حقیقت سے اِس تعریف کو رَدّ کیا۔ سُقراط کا دُوسرا سوال تھا کہ کیا دیوانے کو اس کا اسلحہ واپس کرنا عدالت ہے؟

فلسفۂ کانٹ

جرمن کے مشہور فلسفی اگوسٹ کانٹ مابعد الطبیعاتی موجودات کو نظری حوالوں سے خارج از عقل تسلیم کرتے تھے۔ وہ وجود خداوندی، بقائے نفس جیسے مسائل کے اثبات و نفی کے لیے ڈائلکٹکی یا جدلیاتی طرزِ استدلال اختیار کرتے تھے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ دو متضاد اشیاء یا موجودات کے لیے THESIS اور ANTITHESIS کی اصطلاحات استعمال کیں۔ ان کے مطابق کسی محل بحث میں اگر THESIS ثابت نہیں تو اس کے متضاد یعنی ANTITHESIS ثابت ہوگا۔

مثلاً کانٹ نے اِس طرزِ استدلال سے وجودِ خداوندی کو اِس طور ثابت کیا کہ اگر کائنات کو کسی صاحبِ ارادہ خالق نے خلق نہیں کیا تو پھر اس کائنات کا خود بخود وجود میں آنا ثابت ہوگا۔ اِس بحث میں کائنات کی تخلیق کے لیے صاحبِ ارادہ خالق کا ہونا THESIS اور کائنات کا خود بخود خلق ہونا ANTITHESIS ہے۔ کانٹ نے اِس طرح جدلیاتی طرزِ استدلال سے وجودِ خداوندی کو ثابت کرنا چاہا مگر انکے فلسفہ میں SYNTHESIS کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

فلسفۂ فاختہ

یہ کانٹ کا شاگرد فاختہ FAKHTA تھا جس نے پہلی دفعہ THESIS

اور ANTITHESIS کی اصطلاحات میں SYNTHESIS کا اضافہ کیا۔ اِس سے قبل جدلیاتی اصوُل صرف فلسفیانہ بحث وتمحیص میں اِستعمال کیے جاتے تھے۔ فاختہ نے پہلی مرتبہ نظریاتی مسائل کے علاوہ کائنات کے مادّی حقائق میں بھی جدلیات وتضادات کی نشان دہی کی کہ کائنات کی ہر شئے میں تضادات باہم مُتصادم ہیں۔ اِس طرح ڈائلکٹکس نظریاتی دَور سے نکل کر عینی میدان میں بھی رُونما ہُوئے۔ مارکسی مکتبِ فکر کا حقیقی بانی فاختہ ہی ہے اور مارکسی کُتب میں جابجا اس کے کارناموں اور تعلیمات کا ذِکر ملتا ہے۔

ہیگل

مغرب کے مشہُور ومعروف مُفکّر وفلسفی ہیگل ۱۷۷۰ء میں پیدا ہُوئے۔ علمِ عرفان میں ان کی شہرت کا اندازہ اِس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ کچھ لوگ انھیں مغرب کا مولوی یا مولوی کو مشرق کا ہیگل کہتے ہیں۔ اِن کا فلسفہ اِس قدر پیچیدہ اور مشکل ہُوا کرتا تھا کہ کہتے ہیں ایک مرتبہ کسی نے اُن سے ان کی کسی تحریر کا مطلب پوچھا تو جواب ملا کہ جب میں یہ بات لکھ رہا تھا تو اس کا مطلب مَیں یا میرا خدُا سمجھ رہا تھا اور اب فقط خدا سمجھتا ہے ہیگل عقیدتاً خُدا پرست تھے اور مابعد الطبیعاتی نظریات کے قائل تھے۔

ہیگل نے ہراکلیٹوس کے ڈائلکٹکی فلسفہ کو ازسرِ نَو مُرتّب کیا، اور اِس ضمن میں اپنے افکار کو درج ذیل تین اصولوں پہ استوار کیا۔

۱: اِس کائنات کی ہر شے خواہ مادّی ہو یا فکری ونظری متحرّک ومُتغیّر

ہے۔

۲ : تمام موجودات کے تحرک و تحوّل کے بُنیادی عوامل تضادات کی شکل میں اُن کے اندر موجُود ہیں۔

۳ : ہر قسم کی حرکت تضادات کے باہم تصادُم اور ان کی آپس میں جمع و ترکیب کا نتیجہ ہوتی ہے۔

ان کی مزید وضاحت کے لیے دو امُور کا باہمی ربط سمجھنا ضروری ہوگا۔

ا : تمام اشیاء خواہ مادّی ہوں یا فکری و نظری ان کے لیے یہ تین مراحل لازمی ہوتے ہیں۔ پیدائش، نشوونما اور تنزُّل۔

۲ : ہر شے کے جوہر میں اس سے بہتر حقیقت موجُود ہوتی ہے۔

اوّل الذکر بیان کے مطابق ہر شے میں تین مراحل پہ مشتمل ایک حرکت موجُود ہے:۔

ا : THESIS مثبت

۲ : ANTITHESIS منفی

۳ : SYNTHESIS ترکیب

اِس طرح ہر موجُود شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر اس حقیقت کا متضاد سر اٹھاتا ہے۔ اور آخرش ان کے باہمی تضاد سے ایک نئی حقیقت وجُود پاتی ہے۔ ہر موجود کے وجُود پانے کے مرحلے کو THESIS کا مرحلہ، نشوونما یعنی متضاد کے سر اُٹھانے کے مرحلے کو-ANTI-THESIS کا مرحلہ اور THESIS اور ANTITESIS کے تصادم کا نتیجہ

کا مرحلہ ہے۔ مگر یہ سلسلہ یہاں ہرگز منقطع نہیں ہوتا بلکہ SYNTH-ESIS کے مرحلے میں جو شے وجود پاتی ہے وہ پھر انھی مراحل سے گزرتی SYNTHESIS ہے۔ اِس طرح کائنات کی ہر شے حرکت و تحوّل میں ہے، اور یہ ایک لامتناہی سفر ہے۔

ہیگل کے مُطابق "یہ ایک فطری قانون ہے جس کی ہر شے ماتحت ہے حتیٰ کہ افکار و عقاید بھی اس کے دائرۂ کار سے خارج نہیں۔ تمدّنی ارتقا بھی اسی قانون کے تحت ہے، اور کوئی طاقت افکار و عقائد اور تمدّن و معاشرہ کو اِس حرکت سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ہیگل مزید لکھتے ہیں کہ "لوگوں کا یہ خیال کہ تاریخ کے تحول و انقلاب، افراد کے کارنامے ہیں۔ ایک غلط فہمی ہے۔ بلکہ افراد تو خُود تاریخ کے اس جبری نظام کا شکار ہیں اور یہ ڈائلکٹکی قانون ہے جو لوگوں کو جبراً حرکت و تحوّل کی طرف لے جاتا ہے۔ افراد تاریخ ساز نہیں بلکہ تاریخ شخصیت ساز ہے۔

میٹریلزم ڈائلکٹک

مارکسی فلسفہ کی اساس ہیگل کے ڈائلکٹکی فلسفہ پر استوار ہے مگر مارکس نے ہیگل سے ماورالطبیعہ نظریات و عقائد سے اختلاف کیا۔ اور انھیں یکسر مسترد کر دیا۔ مارکس نے مادّی ڈائلکٹکی فلسفے کی ترکیب و ترتیب کے لیے فائرباخ کے نظریۂ اصالتِ مادّہ، اگوسٹ کانٹ کے معاشرہ کی بنیادی حقیقت

ہونے کے فلسفے اور ڈارون کے نظریۂ تحولِ انواع سے کسبِ فیض کیا۔ کارل مارکس نے اسی فلسفۂ حیات کی بناء پر معاشرہ، تاریخ، اقتصاد، حکومت اور ثقافت کا ایک نئے انداز سے مطالعہ کیا اور نتیجۃً اقتصادیات اور پیداواری روابط کو ہر سلسلے میں بنیادی علت قرار دیا۔ اور دیگر تمام مسائل کو اسی علت کی فروعات قرار دیا۔ سو مارکس نے ڈائلکٹک کو مستقل فلسفۂ حیات، تاریخ کا طرزِ مطالعہ اقتصادی و سیاسی نظام کا روپ دیا۔

مارکسی فلسفۂ حیات چار بنیادی ارکان پر مشتمل ہے :۔

۱ : طبیعات، افکار اور معاشرے میں ہمہ وقت تضادات کا وجود۔

۲ : کائنات میں حرکت و تغیّر

۳ : تمام موجودات کا باہمی ارتباط اور باہم اثر اندازی

۴ : دفعتًہ انقلاب

مارکس کے مطابق درجِ بالا چار حقائق کو تسلیم کرنے کے بعد کائنات کا ادراک فقط مادّی توجیہات سے ہی ممکن ہے، اور اس ادراک و فہم کے لیے کسی غیر مادّی عامل کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ مادّے کے وجود اور ارتقاء کے علل و اسباب خود مادّے کے اندر موجود ہیں، اور یہ کسی ماوراء طبیعات خالق کا مرہونِ منت نہیں۔

کارل مارکس نے ہیگل کی ڈائلکٹکی اصطلاحات THESIS ANTITH-ESIS SYNTHESIS سے استفادہ کرتے ہوئے مادّہ اور موجود کو ہم معنی و مترادف الفاظ قرار دیا یعنی کائنات کے تمام موجودات مادّہ ہیں، اور مادّہ کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اس طرح اُس نے ماوراالطبیعات اشیاء کی موجودگی کو یکسر مسترد

کیا۔ مارکس کے مُطابق کائنات کی ہر شے مُتحرّک و مُتغیر ہے۔ یعنی مادہ کے لیے حرکت و تغیّر لازمی ہے۔ ہر شے میں مُثبت و منفی قوّتیں یعنی THESIS اور ANTITHESIS موجود اور باہم متصادم رہتی ہیں۔ اِس تصادم کا نتیجہ THESIS کی شکست اور SYNTHESIS کی پیدائش ہوتا ہے۔ اور یہی تضادات اور حرکت و تحوّل کائنات کی پیدائش اور ارتقار کے ذمّہ دار ہیں۔ اِس کے علاوہ دیگر تمام نظریات باطل ہیں۔ مارکس کے بعد لینن اور دیگر افراد نے اِسی فلسفہ کو مارکسی خطوط پر آگے بڑھایا۔ اور مارکسی فلسفے کو ایک علمی اور سائنسی نظریہ قرار دیا۔

مارکسی نظریات فلسفیانہ، تاریخی اور اقتصادی حوالوں سے قابلِ مُطالعہ ہیں۔ ہم نے اس مُختصر کتاب میں مارکسی نظریات کے فلسفیانہ پہلوؤں پر بحث کی ہے، جو درحقیقت دیگر تمام پہلوؤں پر حاوی اور بُنیادی ہیں۔

ڈائلکٹک کے ارکانِ اربعہ

گذشتہ صفحات میں ہم ڈائلکٹک کے اِن بُنیادی عقائد کا ذکر کر چُکے ہیں اور اِس مکتبۂ فکر کے پیرو انھیں مابعد الطبیعاتی نظریات سے اِختلاف کا بُنیادی سبب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے مُطابق اگر

= ڈائلکٹکی نظریات کائنات کو مُتحرّک و مُتغیّر جانتے ہیں تو مابعد الطبیعاتی نظریات اِسے جامد و ساکن سمجھتے ہیں۔

= وُہ تضادات کے بیک وقت اجتماع کے قائل ہیں، جبکہ یہ اجتماعِ

تضادات کے قائل نہیں۔

— وہ کائنات کے تمام موجودات کو مربوط اور باہم مؤثر سمجھتے ہیں، تو یہ کائناتی اشیاء میں کسی ربط کے قائل نہیں۔

— ڈائلکٹکی فلسفہ ہر نوع میں تحوّل و انقلاب کا ماننے والا ہے مگر ماوراء الطبیعات کے پیرو ہر نوع کو ابدی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً ہر نوع (انسان مثلاً) ہمیشہ سے اسی طرح ہے جیسے اب ہے۔

یہ اُس مکتبِ فکر کے دعوے اور الزامات ہیں۔ ہم آئندہ صفحات میں اِن پر بحث کرتے ہوئے یہ مطالعہ کریں گے کہ ان میں کس قدر صداقت ہے اور اِن کے حوالے سے اسلامی نقطۂ نگاہ کیا ہے۔

تضادات

— تضادات کی تشریح

— تناقض اور تضاد

— تضادات کی اقسام

— ضدین کی تبدیلی

— مختلف قوتوں میں تضاد

— کیا ہر شے میں تضاد ہے؟

— تضادات کی مثالیں

— تضادات کے ساتھ تضاد گوئی

— ردِ عمل کی قوتِ خلاقہ

— ترقی و تغیر کے لیے خارجی عوامل درکار ہیں

تضادات

تضادات ڈائلکٹکی فلسفے کی اساسی حیثیت کے حامل ہیں۔ لینن اِسی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "جدلیات (ڈائلکٹک) کو تضادات کی وحدت کا اصول کہا جا سکتا ہے۔ یہ جدلیات کے جوہر کی تجسیم کرتا ہے۔[1]" اور ماؤزے تنگ نے تضادات کو ڈائلکٹک کا آئین قرار دیا ہے۔

مارکس نے اجتماعِ تضادات کا نظریہ فلسفۂ ہیگل سے اخذ کیا جس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے۔ لیکن مارکس نے جب اِس نظریہ سے ماورالطبیعۃ خالق کی نفی کی اور کائنات کے حوالے سے کسی ماوراء مادّہ عِلّت اور خالق کو مُسترد کیا تو اِس کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ کائنات میں رُونما ہونے والے حرکت و تغیّر اور تحوّل و ارتقاء کے لیے کسی دُوسرے علّت و سبب کی نشاندہی کرے۔ چنانچہ اِس فکری خلاء کو پُر کرنے کے لیے مارکس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کائنات کی حرکت و تحوّل اور تغیّر و ترقّی کے علل و اسباب مادّے کے اندر موجود ہوتے ہیں اور یہ وہ تضادات ہیں جو کائنات کی ہر شے میں موجود ہیں۔ یہی تضادات کا اِجتماع حرکت و ارتقاء کی ضمانت ہے۔

---

[1] جدلیاتی اور تاریخی مادیت کی ابجد صفحہ ۲ طبع ماسکو

مارکسزم کا کہنا ہے :۔

جب ہم کسی جسم کے اندرونی عوامل اور اِردگرد کے ماحول سے اُس کے تعلق کو نظر انداز کرتے ہیں، تو وہ ساکت یا متحرک نظر آتا ہے مگر جب تمام کو پیشِ نظر رکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ساکت شے حرکت میں ہے۔ اور ہر متحرک شے ساکت ہے۔ سکون اور حرکت بیک وقت ایک ہی جسم سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اٹوٹ طور پر ایک دوسرے سے مربوط ہیں[۱]

ماؤزے تنگ کہتے ہیں :۔

"ہر عمل کے متضاد پہلو ایک دوسرے کی نقیض ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کش مکش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ یہ متضاد پہلو بِلا استثنا تمام اشیاء کی نشوونما کے عمل میں اور تمام افکارِ انسانی میں موجود ہوتے ہیں[۲]"

ایک اور مقام پر ماؤزے تنگ کا کہنا ہے کہ :۔

"مابعد الطبیعاتی تصوّرِ کائنات کے برعکس مادّی جدلیات کے تصوّرِ کائنات کی رُو سے کسی شے کی نشوونما کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کا مطالعہ اندر سے اور دیگر اشیاء سے اس کے تعلقات کے حوالے سے کرنا چاہیئے۔ بالفاظ دیگر اشیاء کی نشوونما کو ان کی داخلی اور ضروری حرکتِ ذات کے طور پر دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ ہر شے اپنی حرکت میں اپنے گرد وپیش کی اشیاء سے باہمی طور پر وابستہ ہوتی ہے۔ کسی شے کی نشوونما کا بنیادی سبب خارجی نہیں،

---

[۱] جدلیاتی اور تاریخی مادیت کی ابجد صفحہ ۲۰ طبع ماسکو [۲] تضاد کے بارے میں صفحہ ۱۰۲ طبع پیکنگ ۱۹۶۷ء

بلکہ داخلی ہوتا ہے۔ یہ سبب اسی شے کے اندر کی تضادیّت میں مُضمر ہوتا ہے۔ ہر ایک شے میں اندرُونی تضاد پایا جاتا ہے۔ یہی اس کی حرکت اور نشوونُما کا باعث ہوتا ہے۔ شے کے اندر کی تضادیّت اس کی نشوونُما کا بنیادی سبب ہوتی ہے۔ جبکہ دیگر اشیاء سے اُس کے تعلّقات اور باہمی اثراندازی جیسے اسباب ثانوی حیثیّت رکھتے ہیں۔ اِس طرح مادّی جدلیات، خارجی علّت یا خارجی قوّتِ مُحرّکہ کے اِس نظریے کی مُؤثّر مخالفت کرتی ہے جو مابعدالطبیعاتی میکانی مادّیت اور عامیانہ ارتقائیت پیش کرتی ہے[1]

مارکسزم کا کہنا ہے کہ قدیم فلسفہ دو مُتضاد اشیاء کے آپس میں جمع ہونے کو ناممکن اور غیر معقول سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نامعقُول بات ہے کہ ایک شے بیک وقت موجُود بھی ہو اور معدُوم بھی۔ جبکہ ڈائلکٹکی فلسفہ ہر شے میں دو مُتضاد قوّتوں کے اِجتماع کو نہ صِرف جائز بلکہ ضرُوری سمجھتا ہے، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اشیاء ایک ہی وقت میں موجُود بھی ہیں اور معدُوم بھی ہیں اور تمام موجُودات کی بقا اور ترقّی انھی تضادات کی مرہُونِ منّت ہے۔ اگر یہ تضادات نہ ہوتے تو کائنات جامد و ساکن ہوتی ہے۔ مارکسزم کا دعوٰے ہے کہ یہ تضادات طبیعات، مُعاشرہ اور افکار و نظریات میں پائے جاتے ہیں۔

تناقض اور تضاد

مارکسزم میں ان دو الفاظ و اصطلاحات کو باہم مترادف و ہم معنی تصوّر

---

[1] تضاد کے بارے میں صفحہ ۸ طبع پیکنگ ۱۹۷۲ء

کیا گیا۔ مگر حقیقت اِس سے مختلف ہے۔ مذکورہ الفاظ کے معنی ایک دُوسرے کے قریب تو ہیں مگر یکسر مترادف ہرگز نہیں۔ نظریۂ تضادات پر گفت گو اور تجزیہ تحلیل سے قبل ہم ان اصطلاحات کی وضاحت کو ضروری سمجھتے ہیں۔

بعض اوصاف ایسے ہیں کہ بیک وقت ایک ہی شے میں جن کا اِجتماع مُمکن ہے۔ مثلاً سفیدی اور شیرینی دو مُختلف اوصاف ہیں مگر شکر میں مجتمع ہوتے ہیں۔ اِس کے برعکس کچھ اوصاف ایسے بھی ہیں کہ جن کا اِجتماع ممکن نہیں۔ مثلاً سفیدی اور سیاہی۔ ایسے اوصاف مُتقابلین کہلاتے ہیں۔ یعنی ایک دُوسرے کے مُقابل آنے والے اوصاف۔ تضاد و تناقض بھی انھیں اوصاف کی اقسام ہیں۔

تناقض

یہ ایسے اوصاف ہیں جن میں سے ایک ثبت اور موجُود ہوتا ہے اور دُوسرا منفی اور معدُوم۔ جیسے اِنسان اور غیرِ اِنسان۔ حق اور ناحق اور حرکت و سُکُون۔ یعنی اگر حرکت موجُود ہے تو سُکُون معدُوم ہوگا۔ اِسی طرح اگر کوئی شے انسان ہے تو وہ غیر انسان نہیں ہوگی۔

تضاد

یہ ایسے اَوصاف کو کہتے ہیں جو دونوں موجُود تو ہوتے ہیں مگر بیک وقت جمع نہیں ہو سکتے جیسے سیاہ و سفید چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ ایک جسم سارا

سفید بھی ہو اور سیاہ بھی۔

تناقض اور تضاد میں دو بنیادی اختلاف ہوتے ہیں۔

۱ : تضاد میں دونوں طرفین موجود ہوتے ہیں جیسے سیاہ اور سفید دونوں موجود ہیں، جبکہ تناقض میں ایک موجود اور دوسرا معدوم ہوتا ہے۔

۲ : تضاد میں طرفین کا یکسر نہ ہونا بھی ممکن ہے۔ مثلاً ایک جسم نہ تو سفید ہو اور نہ ہی سیاہ بلکہ سُرخ یا زرد ہو جبکہ تناقض کے دونوں طرفین کا بیک وقت معدوم ہونا ناممکن نہیں۔ مثلاً یہ قطعاً ممکن نہیں کہ ایک جسم نہ ہی متحرک ہو اور نہ ہی ساکت۔ ایک ہی شئے نہ تو انسان ہو اور نہ ہی غیر انسان۔ حق بھی نہ ہو اور ناحق بھی نہ ہو۔

تناقض کی آٹھ شرائط اگر مکمل ہوں تو طرفین کا اجتماع قطعاً ناممکن ہے۔ اور اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو اسے تناقض کہا ہی نہیں جا سکتا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں :-

۱ : نسبت کا اختلاف نہ ہو یعنی میری شے ہے اور اُس کی شے نہیں ہے یہاں پر "ہے" اور "نہیں" کا اجتماع نہیں ہے۔

۲ : مکانی اختلاف نہ ہو۔ یعنی مکان میں ہے اور گلی میں نہیں ہے۔

۳ : زمانی اختلاف نہ ہو۔ یعنی ابھی ہے اور آئندہ گھنٹے میں نہیں۔

۴ : اضافتی اختلاف نہ ہو۔ یعنی تیز ذہن ہے اور کُند ذہن نہیں ہے۔

۵ : شرط کا اختلاف نہ ہو۔ یعنی محنت کرے تو کامیاب ہے نہ کرے تو کامیاب نہیں۔

۶ : موضوع کا اختلاف نہ ہو۔ یعنی زید امیر ہے اور بکر امیر نہیں ہے۔

۷ : استعداد اور فعلیت کا اختلاف نہ ہو۔ جیسے بچّہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ اب۔ ڈاکٹر ہے۔ آئندہ۔

۸ : جزو اور کُل کا اختلاف نہ ہو۔ یعنی ڈائلکٹک دُرست ہے۔ یعنی ایک حصّہ۔ دُرست نہیں ہے یعنی کُل کا کُل۔

مگر یہ کہنا کہ ان تمام شرائط کے موجُود ہونے کے باوجُود تناقض صحیح ہے ایک نہایت نامعقُول بات ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک بچہ ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر موجُود بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ ایک مطلب ہر اعتبار سے حق بھی ہے اور ہر اعتبار سے ناحق بھی ہے۔

نیز اگر تناقض کو مان لیا جائے تو دُنیا میں کوئی بھی مطلب کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے مثلاً کوئی کمیونسٹ مارکسزم کی حقانیّت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مارکسزم حق ہونے کی عین حالت میں ناحق بھی ہو سکتا ہے دُنیا بھر کے عُقلاء کے نزدیک حق اور ناحق میں سے ایک وقوع پذیر ہوتا ہے تو دُوسرا واقع نہیں ہو سکتا۔ اِسی لیے جب حق ہونے کا ثبوت فراہم ہو جاتا ہے تو ناحق نہ ہونا خُود بخُود ثابت ہوتا۔ لیکن اگر دونوں بیک موجود ہو سکتے ہیں تو صرف حق ثابت کرنا ممکن نہیں رہتا ہے۔

نیز خود حرکت بھی اس وقت وقوع پذیر ہے جب تناقض نہ ہوں کیونکہ حرکت THESIS (مثبت ANTITHESIS سے گزر کر SYNTHESIS تک پہنچنے کا نام ہے۔ اور جب تک THESIS ختم نہیں ہو جاتا اس

وقت تک SYNTHESIS کا مرحلہ نہیں آتا، اور اگر THESIS اور ANTITHESIS دونوں موجود رہیں تو SYNTHESIS نہیں آسکتا، اور خود مارکسزم کے نظریہ کی رُو سے حرکت وجُود میں نہیں آسکتی۔

نیز خود تناقض کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عین اُس حالت میں کہ تناقض "ہے" "نہیں" بھی ہو سکتا ہے۔ تو تناقض کے وجُود کو کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

مارکسزم کو چاہیئے کہ کوئی ایسی مثال پیش کرے کہ جہاں حرکت ہو، اور حرکت نہ بھی ہو۔

نیز مارکسزم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان کا ڈائلکٹکی فلسفہ صحیح ہے۔ اور غلط بھی ہے۔ حق بھی ہے اور ناحق بھی ہے۔ مارکس لینن ماؤ وغیرہم انقلابی ہیں، اور رجعت پسند بھی ہیں۔

تضاد

تضاد دو ایسے اوصاف کا درمیانی تعلق ہے جو ایک ہی موضوع میں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسے سیاہی اور سفیدی۔ یہ مُمکن نہیں کہ ایک ہی جسم بیک وقت سارا سفید بھی اور سارا سیاہ بھی اور ایک جسم میں حرکت بھی ہو اور جمُود بھی۔ ایک مذہب کُلّی طور پر حق بھی ہو اور باطل بھی۔ خود تضادات کا اجتماع صحیح بھی ہو اور غلط بھی۔ ایک ہی جسم سارا ترقّی کے لیے آمادہ بھی ہو، اور عین اُسی حالت میں سارا جسم آمادہ نہ بھی ہو۔

تضادات کی اقسام

کیفیاتی تضاد: سیاہ وسفید، خوشبو اور بدبو جیسے تضادات کیفیاتی ہیں۔ سیاہ وسفید یوں تو دونوں ہی رنگ ہیں مگر سفید رنگ دُوسرے رنگوں کو قبول کرتا ہے جبکہ سیاہ رد کرتا ہے۔ سفید آنکھوں میں نور مجتمع کرتا ہے جبکہ سیاہ اسے منتشر کرتا ہے۔ ظاہر عام فہم بھی سمجھ سکتی ہے کہ یہ دونوں ایک جگہ ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔

میگریزد ضدہا از ضدہا　　　　شب گریزد چوں برافروز ضیا
ضد را با ضد ایناس از کجا　　　　با امام الناس نسناس از کجا

تضاد در مادّہ: کائنات کے تمام موجودات مختلف عناصر کی مختلف نسبت سے جمع وترکیب کا نتیجہ ہیں۔ ان مختلف عناصر کو بھی اصطلاحاً متضاد اشیاء کہا جاتا ہے۔ وگرنہ دو اشیاء میں اختلاف اور تضاد دو دو الگ الگ تصوّر ہیں۔ اور اگر یہ اختلافات ہی تضادات ہیں تو اس سے ہمیں قطعاً اختلاف نہیں۔ کائنات کی ہر شئے کا مختلف عناصر سے تشکیل پانے کی حقیقت اسلامی فلسفہ میں مسلّم ہے، اور خود انسان کی تخلیق بھی مختلف اور متضاد عناصر سے ہوئی ہے:۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اِس (انسان) کو مختلف طینتوں سے خلق کیا گیا ہے۔ اِس میں ایک دُوسرے کی نظیر بھی پائی جاتی ہیں، اور متضاد بھی۔ نیز اس کے

اندر سردی، گرمی، خشکی، تری جیسی مختلف کیفیّات بھی پائی جاتی ہیں۔

ایک اور مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مختلف اشیاء کو باہم جوڑ دیا، اور متضاد اشیاء کو ایک دُوسرے سے مقرون کر دیا۔ اور باہم مقرون اشیاء کو علیحدہ کر دیا۔"

اِسلامی فلسفہ میں تضادات در خلقت و مادّہ کو نہایت اہمّیت دی گئی ہے۔ اِس اہمیت کا مزید اندازہ ذیل کے اِسلامی فلسفیانہ اقوال سے بھی کیا جا سکتا ہے:۔

لولا التضاد لما صح دوام الفيض عن المبدأ الجواد لولا التضاد لما صح حدوث الحادثات

(اگر تضادات نہ ہوتے تو اللہ سے فیض کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا تھا اگر تضاد نہ ہوتا تو کوئی چیز وجُود میں نہ آتی۔)

فلسفیانہ اقوال کے علاوہ اِسلامی ادب میں بھی تضادات کی اہمیّت کا تذکرہ عام ہے۔

صلح اضداد است عُمرِ ایں جہاں ‏ ‏ ‏ جنگ اضداد است عمر جاوداں

زندگانی آشتی ضدّہا ست ‏ ‏ ‏ مرگ آں کاندر میانشاں جنگ خاست

اور علّامہ اقبال کے مُطابق

ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

ان بیانات کی وضاحت کے لیے پانی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔

جو دو مُختلف عناصِر آکسیجن اور ہائیڈروجن کے باہمی ارتباط کا نتیجہ ہے مگر اس مِثال سے مارکسی ڈائلکٹک کا THESIS پر ANTITHESIS کے غلبے کے نتیجے میں SYNTHESIS کے ظہور کا کلیہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ تو پانی کے عملِ پیدائش میں آکسیجن THESIS اور ہائیڈروجن ANTITHESIS کا کردار ادا کرتے ہیں اور نہ ہی پانی ان کی باہمی کش مکش اور تصادُم میں ہائیڈروجن کے غلبے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے بلکہ پانی اِن کے باہمی ارتباط کا نتیجہ ہے۔ اِسی طرح آکسیجن اور ہائیڈروجن دو مُختلف عناصِر تو ہیں مگر مُتضاد عناصِر نہیں۔ اِختلاف اور تضاد دو جُدا جُدا تصوّر ہیں۔ آکسیجن اور ہائیڈروجن میں "اختلاف" ہے جبکہ آگ اور پانی میں "تضاد"۔ اگر مارکسزم کا تضاد یہی اِختلافِ مادّہ ہے تو یہ ہرگز کوئی نظریاتی دریافت نہیں ہے۔

ضِدّین کی تبدیلی

مارکسی تعلیمات کے بعض پہلوؤں سے محسُوس ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اِجتماعِ تضادات سے مُراد درحقیقت اشیاء و افکار میں ضِدّین کی تبدیلی ہے۔

مثلاً ماؤزے تنگ کا کہنا ہے: جب ہم مطالعے میں مصروف ہوتے ہیں، تو لاعلمی سے علم تک کے سفر میں تضاد کیلئے بھی یہی بات صحیح ہوتی ہے۔ مارکسزم کے مطالعے کے بالکل آغاز میں مارکسزم سے ہماری لاعلمی یا اس سے واجبی سی واقفیت اور مارکسزم کے علم میں تضاد ہوتا ہے لیکن محنت کے ذریعے لاعلمی کو علم میں واجبی سے علم کو ٹھوس علم میں اور مارکسزم کے اطلاق میں اندھے پن کو مہارت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے [۱]

[۱] "تضادات کے بارے میں" طبع پیکنگ ۱۹۶۳ء

اگر مارکسی فلسفے میں اجتماعِ تضادات سے مُراد اشیاء اور ان کی حقیقت و کیفیت میں ایسی تبدیلیاں ہیں جو موجُود اشیاء یا ان کی کیفیت و حقیقت کے مُتضاد ہوں تو یہ کوئی ایسا نظریہ نہیں کہ جو قابلِ بحث ہو کیونکہ ہر شخص ایسی روزمرّہ تبدیلیوں کا مُشاہدہ کرتا ہے۔ بہُت سی اشیاء اپنی مُتضاد اشیاء میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ دن رات میں، فاصلے قُرب میں، بیج پودے میں، پودا تنا ور درخت میں۔ نُطفہ علقہ میں، علقہ گوشت کے لوتھڑے میں اور گوشت کا لوتھڑا جاندار بچّے میں بدل جاتا ہے۔

مُختلف قوّتوں میں تضاد

بعض اجسام میں مُختلف قوّتیں مجتمع ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر قوّت دُوسری قوّت کے اثرات کو زائل کرتی ہے انھیں مُتضاد قوّتیں بھی کہا جاتا ہے۔

انسان بھی ایسی مختلف قوتوں کا مجمُوعہ ہے۔ اس میں جذبۂ حُبِ ذات بھی ہے اور عدل و انصاف بھی۔ انسان مفاد پرست بھی ہے اور ایثار پسند بھی ہے مُنتقم مزاج بھی ہے اور رحمدل بھی۔ اسی طرح شجاعت و بُزدلی، سُکُون و اضطراب جیسی مُختلف قوّتوں کا مالک ہے مگر یہ قوّتیں ایک جگہ مجتمع نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے ایک قوّت کا غلبہ دُوسری قوّت کو معدُوم کر دے گا۔ اگر مفاد پرستی کا غلبہ ہو گا تو ایثار پسندی ماند پڑ جائے گی۔ جذبۂ انتقام غالب آئے گا تو جذبۂ رحم معدُوم ہو گا۔ دلیری ہو گی تو بُزدلی نہیں ہو گی۔ سُکُون ہو گا تو اضطراب نہیں ہو گا۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی انسان ایک ہی مُعاملے میں مفاد پرستی بھی

کرے اور ایثار پسندی بھی۔ اِنتقام لے اور رحم بھی کرے۔ ایک وقت اور ایک مُعاملے میں ان مختلف قوّتوں میں سے ایک وقوُع پذیر ہوگی۔

درحقیقت ان مُتضاد قوُتوں کی بیک وقت موجُودگی سے مُراد اُن کی صلاحیت کی موجُودگی ہے۔ اور ان مختلف صلاحیّتوں میں سے ایک وقت میں کسی وقُوع پذیری کا موقع صرف ایک ہی کو ملے گا۔ مثلاً ایک شخص میں رِندی اور پارسائی دونوں کی صلاحیّتیں بہ یک وقت موجُود ہیں، مگر اِن مختلف صلاحیتوں میں سے وجُود صرف ایک ہی کو ملے گا۔ وہ شخص یا تو ایک وقت میں رِند ہوگا یا پارسا۔ اِسی طرح مٹّی کے ایک ڈھیر میں کوزہ اور اینٹ دونوں میں ڈھلنے کی صلاحیّت ہے۔ مگر مٹّی کا وہ مخصُوص ڈھیر ایک وقت میں یا تو اینٹ میں ڈھلے گا یا کوُزے میں۔ کیونکہ صلاحیّت وجُود سے پہلا مرحلہ ہے۔ اور جب صلاحیت وجُود کا مَرحلہ طے کرلے تو اسے صلاحیّت نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ موجُود کہلاتی ہے۔ لہٰذا متضاد صلاحیّتوں میں سے ایک وجُود کے مَرحلے میں پُہنچ کر ایک موجُود بن جائے گی اور دُوسری معدُوم۔ مثلاً ایک بچّے میں ڈاکٹر بننے کی صلاحیت بھی ہے اور انجنیئر بننے کی بھی۔ دونوں صلاحیّتیں مُتضاد ہیں۔ وجُود کے مرحلے میں اگر بچّہ ڈاکٹر بن گیا تو یہ ثابت ہے کہ وہ انجنیئر نہیں ہے یعنی مُتضاد صلاحیّتوں میں سے ایک نے وجُود پایا۔

کیا ہر شَے میں دو مُتضاد قوّتیں موجُود ہیں؟

ڈائلکٹکی فلسفے کے مُطابق تمام موجُودات اپنے ارتقاء کے لیے کسی

خارجی علت یا بیرونی عوامل کے محتاج نہیں بلکہ ہر موجود شے کے اندر ارتقائی عوامل موجود ہیں۔ اور وہ عوامل اندرونی تضادات ہیں جو ہر شے کو SYNTHESIS کی منزل کی طرف رواں دواں رکھتے ہیں۔ اس مارکسی فلسفے کے مطابق ہر شے میں دو ایسی متضاد قوتوں کی تلاش ضروری ہے جن میں سے ایک شے کی موجودہ حالت کو برقرار رہنے پر کوشاں ہے اور دوسری اس میں تبدیلی کے ذریعے اسے ترقی پذیر بنانا چاہتی ہے۔

مگر سائنسی انکشافات بے اس دور کے روشن حقائق اس فلسفیانہ نظریہ کو رد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً سائنس کے مطابق ہر انڈے میں چوزہ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ اور یہ صلاحیت انڈے کے ایک ایک جوہر میں مضمر ہے لیکن انڈے میں ایک بھی ایسا خلیہ یا جوہر موجود نہیں جس کی صلاحیت چوزہ بننے کی صلاحیت سے متضاد یا متصادم ہو۔ دوسرے لفظوں میں انڈے کے خلیات یا جواہر میں کسی نوعیت کی کش مکش یا تصادم موجود نہیں۔ حتیٰ کہ انڈے کا چھلکا بھی چوزہ بننے کی صلاحیت کے لیے آمادہ اور مائل ہے۔ اور اس صلاحیت کے اظہار تک یہ چھلکا خلیات کے تحفظ کے لیے مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ اگر یہ چھلکا یہ مثبت رویہ ترک کر دے تو انڈہ اپنی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

تضادات کی مثالیں

اس عنوان کے تحت ہم اُن مثالوں کا تجزیہ کریں گے جن کو مارکسزم نے تضادات کے ثبوت کے لیے بطورِ استدلال پیش کیا ہے تاکہ ان دلائل کی

حقیقت اور وزن کا اندازہ کرتے ہوئے ہم مارکسزم کی بطورِ فلسفہ کامیابی کا جائزہ لے سکیں۔

ا : جورج پولیسٹ سر کہتے ہیں کہ " مابعد الطبیعاتی حوالے سے علم اور جہل دو متضاد حالتیں ہیں۔ جاہل عالم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور عالم جاہل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ جہل پہلے موجود ہوتا ہے اور بعد میں علم کے ساتھ بدل جاتا ہے، کوئی جہل علم سے خالی نہیں اور کوئی سو فیصد جاہل ہے ہی نہیں۔"

لینن کا اس بارے میں کہنا ہے کہ " علمِ کامل کا وجود ہے ہی نہیں۔ علم و دانش ہمیشہ کسی جہل کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔"

ماؤزے تنگ کہتے ہیں "جب ہم مطالعہ میں مصروف ہوتے ہیں، تو لاعلمی سے علم تک کا سفر تضاد ہے۔"

تجزیہ

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ایک شے یا حالت کا دوسری متضاد شے یا حالت میں بدلنا تضادات کا اتحاد نہیں ہے۔ اگر اسی کو تضادات کا اتحاد کہتے ہیں تو یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں اور یہ بات ہر صاحبِ عقل کے لیے مسلّمہ ہے اور یہ نظریہ مارکس یا اس مکتبۂ فکر کی پیداوار ہرگز نہیں ہے۔

نیز جہل کسی موجود شے کا نام نہیں کہ وہ علم میں تبدیل ہو جائے بلکہ جہل علم کے نہ ہونے کا نام ہے، اور علم کا معدوم جہل ہے اور کسی معدوم کا کسی موجود

ہیں بدلنا نہ صرف خلاف عقل ہے بلکہ خود مارکسی فلسفے کے بھی خلاف ہے۔

علاوہ ازیں علم جہل کے بعد آتا ہے جہل کے ساتھ نہیں۔ البتہ بعض اشیاء کے حوالے سے جہل ایک جدا تصور ہے۔ یہ تضادات کا اتحاد ہرگز نہیں تضادات کا اتحاد اُس صورت میں ہوتا کہ اگر ایک چیز کا علم ہو اور اسی شے کے حوالے سے جہل بھی ہو۔ لیکن حقیقت یوں ہے کہ جس چیز کا علم ہو اس کا جہل نہیں ہے اور جن کا جہل ہو ان کا علم نہیں ہوتا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ مارکسی فلسفہ کی اساس ہی ہر شے میں دو متضاد قوتوں کا اجتماع ہے جن میں سے ایک اُس شے کی موجودہ صورتِ حال کو برقرار رکھنا چاہتی ہے جبکہ دوسری اس صورتِ حال میں تبدیلی کے ذریعے مذکورہ شے کو ترقی دینا چاہتی ہے۔ اب مارکسزم سے سوال ہے کہ علم وجہل میں سے THESIS یعنی پہلی قوت کون سی ہے اور ANTITHESIS یعنی مؤخر الذکر قوت کون سی۔ اگر جواب جہل ہو تو یہ ایک غیر معقول بات ہوگی، کیونکہ جہل ایک معدوم ہے، اور مارکسزم کے مطابق معدوم THESIS ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ THESIS تو وہ موجود ہے جس کے اندر اس سے اعلیٰ شے SYNTHESIS کا جوہر موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر واقعی جہل THESIS ہے تو کیا اس کے اندر SYNTHESIS یعنی علم موجود ہے جو بذاتِ خود ایک خلافِ عقل بات ہے اور تیسری بات یہ کہ اگر جہل THESIS اور علم ANTITHESIS ہے تو پھر SYNTH-ESIS کیا ہے جو ان دونوں قوتوں سے بالاتر ہے۔

دوسری مثال:- بجلی دو متضاد قوتوں (منفی اور مثبت) کا مجموعہ ہے اور

اِس بات پر دلیل ہے کہ دو مُتضاد قُوتیں ایک مقام پر جمع ہو سکتی ہیں۔

جواب:۔ بجلی میں مُثبت اور منفی، صرف اصطلاحی الفاظ ہیں، ورنہ دونوں طاقتیں مُتضاد نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں دو مختلف طاقتیں ہیں۔ نیز مارکسزم کے فلسفہ کے مُطابق تو مثبت پر منفی غالب آتا ہے جبکہ بجلی میں کوئی طاقت کسی پر غالب نہیں آتی۔ اور کوئی THESIS SYNTHESIS ختم ہو کر غالب نہیں آتا۔

نیز یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر بجلی دو مُتضاد قوتوں سے مل کر بنتی ہیں۔ اور منفی اور مثبت کی ترکیب کا نتیجہ روشنی ہے۔ تو روشنی پر یہ سلسلۂ تضادات کیوں رُک گیا؟ جبکہ ڈائلکٹکی اصُول کے تحت تو روشنی میں بھی ایک اس سے بالاتر قوّت موجُود ہونا چاہیئے۔ اور اس طرح روشنی کسی اور طاقت میں بدلنا چاہیئے۔

تیسری مثال:۔ ماؤزے تنگ کہتے ہیں کہ "جنگ میں حملہ اور دفاع پیش قدمی اور پسپائی، فتح اور شکست یہ سب تضادات کے نمُونے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دُوسرے کے بغیر وجُود نہیں ملتا۔ ان دونوں میں کش مکش رہتی ہے[1]۔

جواب: ماؤ کی یہ مثال انتہائی تعجب خیز ہے۔ ایسی سطحی مثالوں سے ہمیں ڈائلکٹکی فلسفہ کے سطحی اور غیر علمی ہونے کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جنگ میں تضادات کا اِجتماع کسی صُورت میں نہیں ہے۔ ایک طرف سے حملہ ہوتا تو دوسری طرف سے دفاع ہوتا ہے۔ ایک کی شکست ہوتی ہے تو دوسرے کی فتح ہوتی ہے۔ نیز مارکسزم ہمیں یہ سمجھائے کہ جنگ کے اس تضادات کے اِجتماع میں کون سی ترقی اور پیش رفت ہے کیا جنگ کا نتیجہ ترقی ہے یا تباہی ہے۔ یعنی حملہ اور

---

[1] "تضاد کے بارے میں" ص ۲۵ طبع پیکنگ

دفاع پیش قدمی اور پسپائی کا SYNTHESIS کیا ہے؟

علمی تجزیہ و تحلیل کی نگاہ میں دونوں ایک نہیں ہیں، حملہ کسی کی طرف سے ہوگا، اور دفاع کسی کی طرف سے۔ فتح کسی کی ہوگی اور شکست کسی اور کی جبکہ تضادات کو کسی شے کے اندر پایا جانا چاہیئے۔

نیز اس تضاد سے کون سا SYNTHESIS وجود میں آتا ہے۔ جو فتح اور شکست سے بالاتر اور ترقی یافتہ ہو۔

تضاد کے ساتھ تضاد گوئی

مارکس کا اصل مطمح نظر یہ ہے کہ جب ہر شے کے اندر حرکت و ارتقاء کے عوامل تضادات کی شکل میں موجود ہیں تو کسی بیرونی عامل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تضادات ہی حرکت کا باعث اور اُس کی اصل و بنیاد ہیں۔ اگر تضادات نہ ہوں تو حرکت کا وجود نہیں ہوگا۔ گویا حرکت تضادات کا ہی نتیجہ ہے۔

مارکسزم سے اگر ہم یہ کہیں کہ تضادات کے نہ ہونے کے باوجود حرکت ممکن ہے یا حرکت کے ہونے کے باوجود عدم تضادات ممکن ہے تو مارکسزم ہم سے کہے گا کہ یہ ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ حرکت کے ہونے کے باوجود تضادات نہ ہوں یا تضادات کے نہ ہونے کے باوجود حرکت ہو تو یہ تضاد گوئی ہے۔ ہم کہیں گے کہ اگر تضاد گوئی، گویائی میں درست نہیں ہے تو حقائق میں کیسے درست ہے؟ اور اگر تضادات کا باہمی اجتماع درست ہے تو تضادات کے بغیر حرکت بھی درست ہے۔

ردِّ عمل کی قوّت خلّاقہ

ڈائلکٹک میٹریلزم کا نظریہ کہ ہر شے کے اندر اس سے بہتر چیز پوشیدہ ہے۔ اور وہ SYNTHESIS ہے، نا قابلِ فہم ہے کیونکہ اِس پنہاں شے کو وجُود دینے والا بھی خُود اسی شے کے اندر موجُود ہے، اور وُہ ہے ردِّ عمل ANTITHESIS لہٰذا ان کی نظر میں ہر شے میں اصل طاقت منفی قوّت ANTITHESIS کے پاس ہے جو اپنے مُقابل عمل THESIS کو ختم بھی کرتا ہے۔ اور اپنے سے بہتر SYNTHESIS کو وجُود دیتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ مخلُوق خالق سے بہتر ہے۔

ترقّی و تغیُّر کے لیے خارجی عوامل درکار ہیں۔

ڈائلکٹک میٹریلزم کے نزدیک تمام موجُودات اپنی ترقّی و کمال کے لیے کسی بیرُونی عوامل کے مُحتاج نہیں ہیں بلکہ ہر شے کے اندر ایک ایسا عامل (تضاد) موجُود ہے جس سے وہ اپنے کمال و عرُوج تک پُہنچ جاتی ہے۔ تضادات کی جنگ و ستیز ہے جو ہر شے کو ترقّی کی راہوں پر گامزن رکھتی ہے۔

اِس قانُون کے مُطابق ڈائلکٹک کو ہر قسم کی تغیُّر و حرکت کے لیے ہر چیز کے اندر ہی اس کا عامِل تلاش کرنا ہو گا، اور کبھی بھی خارجی عامل کے اثرات کو مُسترد کرنا پڑے گا۔

جبکہ نباتات، حیوانات اور انسان اپنی نشو و نُما کے لیئے بہُت سے

خارجی عوامل کے محتاج ہیں۔ضرورت کے مطابق طاقت خارج سے حاصل کرتے ہیں۔ اور ترقی وتحوّل کے اسباب خارج سے فراہم ہوتے ہیں۔ نباتات کے لیے نشوونما اس وقت ممکن ہے کہ جب اسے خاک، دھوپ پانی اور ہوا میسر آ جائیں۔ یہ سب خارجی عوامل ہیں۔حیوان اور انسان خارج سے غذا، پانی ہوا وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ غذائی مواد خارج ہی سے جذب کرتے ہیں۔غیر مفید مواد کو قوّتِ دافعہ کے ذریعہ خارج کر دیتے ہیں۔اس طرح ترقی کرتے ہیں، تولیدِ نسل کرتے ہیں۔ خلیوں میں تقسیم واقع ہو جاتی ہے۔

لہٰذا مادی اشیاء میں ترقی و تغیّر کے عوامل صرف اِن اشیاء کے اندر نہیں ہوتے، بلکہ ان اشیاء میں صرف اِستعداد ہوتی ہے۔ اور اِستعداد اِس صورت کو کہا جاتا ہے جس میں فی الحال کچھ نہ ہو اور آئندہ کچھ بن سکتا ہو۔ اگر استعداد کے ساتھ خارجی عوامل بھی میسر آتے ہیں تو ترقی ممکن ہوتی ہے، اور اگر صرف اِستعداد ہو اور خارجی عوامل نہ ہوں تو کوئی ترقی ممکن نہیں ہے، مثلاً ایک بچے میں ڈاکٹر بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔مگر فی الحال اس میں ڈاکٹر کی کوئی ایک خصوصیت بھی نہیں پائی جاتی، لیکن اگر خارجی عوامل (تعلیم و تربیت) میسر آ جائیں تو یہ لڑکا ڈاکٹر بن سکتا ہے۔

نیز فیزیکی عمل میں بھی خارجی عوامل درکار ہوتے ہیں۔پانی بیرونی حرارت پاکر ہی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے۔ اور خارجی حرارت ہی کی وجہ سے جسموں میں پھیلاؤ آتا ہے۔

اور بعض عناصر کو دوسرے عناصر میں تبدیل کرنے کے لیے بھی خارجی عوامل

درکار ہوتے ہیں۔ مثلاً ریڈیم RADIUM کو دُوسرے عُنصر میں تبدیل کرنے کے
اِس کے ۸۸ الیکٹرون اور ۸۸ پروٹون میں سے صرف ۲، الیکٹرون اور ۲ پروٹون
میں کمی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو یہ عُنصر دُوسرے عُنصر نیوٹرون NEUTRON
میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اِس طرح بعض عناصر کو اس کے الیکٹرون اور پروٹون کی
تعداد میں اضافہ کرنے سے کسی اور عُنصر میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

نیز ایک جوڑے کا آپس میں مِلاپ ہونے سے تولیدِ نسل کا سلسلہ آگے
بڑھتا ہے۔ کیا ڈائلکٹک یہاں مذکر کو THESIS اور مُونث ANTITHESIS
جانتا ہے۔ ان میں وہ کون سی طاقت ہے جو نسل کی تولید کے لیے ANTITH-
ESIS ہے؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان دونوں میں کشش ہوتی ہے۔ تضاد نہیں
ہوتا۔ کیا کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ حیوانات داخلی تضادات کی وجہ سے بچے
دیتے ہیں؟

حرکت

— مارکسزم کا نظریہ

— حرکت کیا ہے

— حرکت در مادّہ

— حرکت جوہری

— کیا ہر چیز حرکت کرتی ہے

— قانونِ حرکت اور ڈائلکٹک

— اقتصاد اور ڈائلکٹک

— قانون شکنی

— ذہنی حقائق

— حقیقت کی تعریف

— تنقیدی جائزہ

مارکسزم کا نظریہ

حرکت و تغیّر ڈائلکٹک میٹریلزم کے اصولِ اربعہ کا دُوسرا اصُول ہے۔ اس نظریے کے مُطابق کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو مُتحرک اور متغیر نہ ہو۔

ماؤزے تنگ کہتے ہیں :۔

"مابعد الطبیعاتی یا عامیانہ ارتقائیت کا کائناتی تصور اشیاء کو الگ تھلگ، جامد اور یک طرفہ تطوّر کرتا ہے۔ یہ کائنات کی تمام اشیاء ان کی ہیئت اور ان کی انواع کو ازلی طور پر ایک دُوسرے سے الگ تھلگ اور غیر تغیّر پذیر سمجھتا ہے۔ اگر کوئی تبدیلی ہوتی بھی ہے تو وُہ مقدار میں کمی بیشی یا مقام کی تبدیلی کے سوا کچھ نہیں ہے[1]۔"

سٹالن کہتے ہیں :۔

"ڈائلکٹک طبیعت، فیزیکس کو ہمیشہ مُتحرک اور مُتغیّر سمجھتا ہے — اور میٹا فیزیکس کی طرح — کائنات کو ساکن و جامد نہیں سمجھتا۔ یہاں ہر شے حرکت و تغیّر میں اور تجدید و تطور میں ہے۔ ایک چیز جنم لیتی ہے تو دُوسری چیز ختم ہو جاتی ہے۔

[1] "تضادات کے بارے میں" طبع پکنگ ۱۹۶۲ء

حرکت کیا ہے؟

حرکت کی آسان تعریف یہ ہے کہ "جسم کا موجودہ حالت سے بتدریج ممکنہ حالت کی طرف جانا۔"

مثلاً نطفہ اپنی موجودہ حالت سے بتدریج اس کی ممکنہ حالت (بچّہ) کی طرف جاتا ہے۔ یہ حرکت ہے۔ دُوسرے لفظوں میں حرکت کی تعریف یُوں بھی ہوسکتی ہے کہ حرکت استعداد و قابلیت کے اس بتدریج استعمال کا نام ہے۔ جس سے استعداد کی بجائے ممکنہ صورت کا حصول ہو جائے۔ مثال کے طور پر بچے میں انجینئر یا ڈاکٹر بننے کی استعداد کو بتدریج اِس طرح بروئے کار لایا جائے کہ بچہ کی استعداد ممکنہ صورت اختیار کر جائے یعنی بچّہ انجینئر یا ڈاکٹر بن جائے تو استعداد سے انجینئر یا ڈاکٹر بننے تک کے عمل کو حرکت کہا جائے گا۔

حرکت کی تعریف یُوں بھی ہوسکتی ہے کہ "حرکت، اِستعداد اور قابلیت کی جگہ بتدریج ممکنہ صورت کا حصول یعنی بچے میں انجینئر بننے کی قابلیت اور استعداد کی جگہ ڈاکٹر کی ممکنہ صورت کا اختیار کرنے کو حرکت کہتے ہیں۔ یعنی حرکت زوال و وجود کا نام ہے۔ استعداد کا زوال اور ممکنہ صورت کا وجود۔ انہیں زوال اور وجود کے باہمی اتصال کو حرکت کہتے ہیں۔ یہ ہے حرکت کی اسلامی تعریف جو اسلامی دانشوروں نے کی ہے۔

تضادات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ڈائلکٹک میٹریلزم کہ کائنات کی ہر شے میں تضادات بیک وقت پائے جاتے ہیں اور تضادات

یعنی THESIS اور ANTITHESIS کی کش مکش سے اشیاء ترقی کرتے ہیں ، اور اس حرکت میں مادّہ ، فکر ، معاشرہ اور تاریخ وغیرہ سب شامل ہیں ، اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ مادہ ہمیشہ حرکت میں ہے ۔ اِسی طرح فکر انسانی نظریات وعقاید ، مُعاشرہ اور تاریخ بھی ہمیشہ حرکت کے سیلِ رواں میں شامل ہیں ۔

حرکت در مادہ

مارکسزم کا یہ زعم ہے کہ نظامِ حرکت وتغیّر کا انکشاف اس نے کیا ہے اور اس سے پہلے کسی فلسفی نے یہ نظریہ پیش نہیں کیا ، اور میٹا فیزیکس پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ وہ کائنات کو ساکن اور جامد سمجھتے ہیں ۔

جبکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی اِنکار نہیں کرتا ۔ اور یہ ایک ایسی مُسلّمہ بات ہے جس سے کوئی بھی غافل نہیں ہے ۔ لہٰذا وہ امر جو سب کے نزدیک مُسلّم ہے نظریہ کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ کہے کہ :۔ "میرا ایک انقلابی نظریہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آگ جلاتی ہے ۔"

البتّہ مارکسزم نے اس حرکت کی وجہ کے بارے میں اپنا ایک نظریہ قائم کیا ہے اور وجۂ حرکت مادّے کے داخلی تضادات کو قرار دیا ہے اور یہ ہیگل کا قائم کردہ نظریہ ہے ۔ لہٰذا مارکسزم کا نظریۂ حرکت صرف ایک ڈھونگ ہے ۔

لہٰذا اگر حرکت سے مُراد قوانینِ مادّہ میں حرکت ہے تو یہ درست نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ مادّے کے قوانین بدلتے نہیں ہیں جِس طرح کہ جسم آج سے ایک کروڑ سال پہلے کشش رکھتا تھا ۔ اسی طرح اب بھی رکھتا ہے ۔ یعنی قانونِ جاذبہ ناقابلِ

تغیّر ہے۔ اور آگ کی حرارت بھی ایک ناقابلِ تغیّر قانون ہے کہ آگ آج سے ایک لاکھ سال پہلے بھی حرارت رکھتی تھی اور اب بھی رکھتی ہے۔

اور اگر حرکت سے مُراد مادّہ کی حرکت ہے تو یہ کوئی نظریہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مُسلّمہ ہے۔ ہر شخص فی البدیہہ یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ دُنیا کے مادّہ میں حرکت کی حکمرانی ہے۔ اگر حرکت نہ ہوتی تو کوئی چیز وجُود میں نہ آتی۔ سب مشاہدہ کرتے ہیں کہ دانہ سینۂ خاک کو چاک کر کے پودا بن جاتا ہے اور پودا تنا اور درخت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ نطفہ بچّہ بنتا ہے اور بچّہ جوان اور جوان بُوڑھا بن جاتا ہے۔

خود مارکسزم قائل ہے کہ بعض یُونانی فلسفی حرکت سے وجُودِ خُدا پر استدلال کرتے تھے کہ "کائنات ہمیشہ مُتحرّک ہے۔ اور ہر مُتحرّک کے لیے مُحرّک کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ مُحرّک خُدا ہے۔"

اِسلامی فلاسفر فارابی سے لے کر بُوعلی سینا تک، اور ان سے لے کر صدرُالدّین شیرازی تک کے نظریاتِ حرکت کے تجزیہ وتحلیل سے پُر ہیں۔ البتّہ صدرالدّین شیرازی سے پہلے کے فلاسفروں کے نزدیک حرکت صِرف اعراض یعنی صفات میں واقع ہو سکتی ہے اور وہ چار قسم کے ہیں۔

۱ : کیفیاتی حرکت : یعنی مادہ اِس حرکت کے ذریعہ اپنے داخلی اور خارجی اوصاف میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ ظاہری اوصاف جیسے رنگ میں تبدیلی آنا اور داخلی اوصاف جیسے پھل کا مُختلف مراحل سے گزر کر اپنی آخری شکل تک پہنچ جانا۔

۲ : کمیاتی حرکت : اس حرکت کے ذریعہ مادہ اپنی مقدار میں کمی یا اضافہ کرتا ہے۔ جیسے پھل ابتداء میں چھوٹے اور بعد میں بڑے ہو جاتے ہیں۔

۳ : **مکانی حرکت** : اس حرکت کے ذریعہ مادّہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجاتا ہے۔ عام لوگ حرکت سے یہی معنی مُراد لیتے ہیں۔

۴ : **محوری حرکت** : اس حرکت میں مادّہ اپنی جگہ چھوڑے بغیر خُود اپنے گرد حرکت کرتا ہے جیسے زمین اپنے گرد حرکت کرتی ہے۔

حرکتِ جوہری

حرکتِ جوہری کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مادّہ اپنے ظاہری اوصاف میں وصفِ دِگرگوں شُدنی اور حرکت رکھتا ہے، اسی طرح مادّہ کی حقیقت اور ذات میں بھی حرکت موجُود ہے۔ مادّہ اپنی اِس حقیقی اور ذاتی حرکت کے ذریعہ ترقّی کرتا ہے۔ مادّہ صِرف صِفات میں نہیں بلکہ ذات کے اندر بھی حرکت رکھتا ہے۔ اور اسی حرکت سے مادّہ ترقّی کی منازل طے کرتا ہے۔ اور جب مادّہ اپنی ترقّی کے تمام مراحل طے کرلیتا ہے اور ممکنہ ترقّی کی آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس وقت مادّہ غیرِ مادّی چیز میں بدل جاتا ہے۔ یعنی مادّہ اپنی حرکت کی قُوّت سے یہ قابلیت رکھتا ہے کہ وُہ غیر مادّی چیز کی پرورش اپنے دامن میں کرے، اور جب مادّہ ترقّی کے تمام مراحل طے کرتا ہے تو اِس کا پھل غیر مادّی ہُوا کرتا ہے۔

یہ نظریہ آج سے چار سو سال قبل صدر الدّین شیرازی نے پیش کیا، اور اس پر دلائل قائم کیے۔

وہ فرماتے ہیں:۔

"اگر مادّے کی ذات میں حرکت نہیں ہے تو صِفات میں بھی

حرکت نہیں آسکتی۔ صفات میں حرکت آنا ذات کی حرکت کی دلیل ہے۔"

صدر الدین شیرازی متوفی ۱۶۳۰ء فرماتے ہیں کہ

"مادے کے اوصاف میں دو قسم کی حرکتیں موجود ہیں:۔

۱ : مادہ کے اوصاف میں حرکت کبھی ذاتِ مادہ سے خارج، کسی بیرونی عامل کے ذریعہ آتی ہے۔ جیسے پانی آتش کے نزدیک ہونے کی وجہ سے گرم ہو جاتا ہے یہ حرکت مادہ کے طبعی خواص سے مربوط نہیں ہے۔ بلکہ یہ حرکت خارجی عوامل کے ساتھ مربوط ہے۔

۲ : مادہ کے اوصاف میں حرکت و تغیر کے عوامل خود مادہ کے اندر موجود رہتے ہیں۔ البتہ عوامل سے مراد استعداد اور قابلیت ہے۔ یہ حرکت مادہ کی طبع کے ساتھ مربوط ہے۔ جیسے میوے کے رنگ اور حجم کی تبدیلی۔ یہ حرکت مادہ کی ذات اور طبع کے ساتھ مربوط ہے۔ یعنی جب تک ذات میں بدلنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اوصاف میں تبدیلی نہیں آسکتی۔"

اِس نظریہ کے تحت جہانِ مادہ ہر وقت اور ہر دم تغیر و حرکت میں ہے۔ اور کائنات میں حرکتوں اور تغیرات کا ایک ہجوم ہے۔ یہاں کسی چیز میں ایک لمحہ کے لیے بھی سکون نہیں ہے۔ ہر چیز ایک لامتناہی حرکت کی طرف رواں دواں ہے۔ اور کائناتِ مادہ کا یہ قافلہ دِن رات ایک کر کے محوِ سفر ہے۔ اور کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے کائنات میں سکون و جمود نہیں ہے۔ یہ جہان اپنے محرک (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ و مشیت کے مطابق اپنے تعیین شدہ مقصد کی طرف

رواں دواں ہے۔

کیا ہر چیز حرکت کرتی ہے؟

جیسا کہ اِس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مارکسزم ہر شے کو متحرک جانتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں کائنات میں مادے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ ہے وہ سب مادہ ہے۔ اِس لیے قانونِ حرکت و تغیّر میں، فکر، عقاید، نظریات اور تاریخ سبھی شامل ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر شے میں حرکت موجود ہے؟

کیا ریاضی کے مسائل بھی متحرک ہیں؟ اور ان میں بھی تغیّر و حرکت موجود ہے؟ ظاہر ہے کہ مارکسزم کو اثبات میں جواب دینا پڑے گا، چنانچہ وہ اِس بات کا اِعتراف بھی کرتے ہیں۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ریاضی کے مسائل بھی تغیر و حرکت میں ہیں۔ چنانچہ ان کے اِس نظریہ کے تحت ۲ × ۵ دس بننا ضروری نہیں ہے بلکہ قانونِ تغیّر و حرکت کے تحت وقت کے ساتھ ساتھ اس کے جواب میں تبدیلی آنا ناگزیر امر ہے۔ کسی وقت پانچ ضرب دو کو چھ یا کوئی اور عدد بن جانا چاہیئے۔

اِسی طرح "جُز، کُل سے چھوٹا ہوتا ہے" ایک کلیہ ہے مارکسزم کے لیے ایک ایسا موقع تلاش کرنا ہوگا۔ جہاں "جُز، کُل سے بڑا ہو" یا جیسے آگ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ہر اس خشک چیز کو جلا دیتی ہے جو اس کی زد میں آجائے۔ مارکسزم کو کوئی ایسی مثال پیش کرنا ہوگی یا کوئی ایسا موقع تلاش کرنا ہوگا کہ حرکت و تغیّر میں آکر کارخانوں کے بھٹوں میں کاغذ نہ جلے۔

قانونِ حرکت و تغیّر میں نظریۂ ڈائلکٹک کی شمولیت

خُود مارکسزم کا نظریہ ہے کہ

"قانونِ حرکت میں نظریات و افکار اور عقاید و حقائق بھی شامل ہیں۔"

لہٰذا لازمی طور پر خود نظریۂ مارکسزم بھی اِس قانُون میں شامل ہو جاتا ہے اور قانون حرکت و تغیّر کے تحت اب مارکس کے نظریات کو دوام نہیں ملنا چاہیئے کیونکہ اگر مارکس کے نظریات کو ہم اب تک باقی تصوّر کرتے ہیں تو یہ جمُود و سکُوت کا نظریہ ہو گا جو مارکسزم کے نظریہ و اصوُل کے خلاف ہے۔ لہٰذا مارکسزم کو ماننا پڑے گا کہ ان کا نظریہ اب باقی نہیں ہے۔ نہ ان کے تضادات کے نظریہ میں جمُود ہے، نہ نظریۂ حرکت و تغیّر میں جمُود ہے بلکہ یہ نظریات کائنات کی دُوسری اشیاء کے ساتھ حرکت و تغیّر کے قانُون میں آکر بدل چکے ہیں۔ مارکسزم کے ہاں کائنات ایک دریا کی طرح ہے جو ہر وقت رواں دواں ہے، اور نظریات بھی مادہ میں شامل ہیں۔ لہٰذا جیسا کہ دریا میں ہر آن ایک نیا پانی سامنے آتا ہے۔ اِسی طرح ان کے نظریات میں بھی ہر آن تبدیلی کا آنا ضروری ہو گا۔ ورنہ خُود اُن کا قانُون ٹوٹ جاتا ہے۔

اس طرح ڈائلکٹکی نظریات خُود اپنے قانُون کے پھندے میں پھنس کر خُودکشی کر جاتے ہیں۔

مارکسزم اپنے نظریات کے دائمی اور ناقابلِ تغیّر ہونے پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا، اور نہ کر سکا ہے۔ کیونکہ عقاید و نظریات ان کے نزدیک

دماغی خلیوں میں ہوتے ہیں۔ جو مادّہ ہے اور مادّہ ہر وقت آبِ دریا کی طرح رواں دواں ہے۔ لہٰذا یہ نظریات جو مارکسزم نے قائم کیے ہیں۔ ہر وقت بدلتے ہی رہیں گے۔ اِن کو دوام وثبات نہیں مل سکتا۔

اِقتصاد اور ڈائلکٹک

نیز مارکسزم کا ایک مشہور و معروف نظریہ ہے جس میں وہ اقتصاد کو تمام تحوّلات کی اصل اور بُنیاد سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

"دینی، علمی، فلسفی، سیاسی اور دیگر حالات کی اصل بُنیاد اور عوامل اقتصادی حالات ہیں اور اقتصادی حالات پیداواری وسائل کے تابع ہیں۔"

اِس نظریہ کے تحت کارل مارکس نے جو نظریات پیش کیے ہیں وہ اُس زمانے کے اِقتصادی حالات کی پیداوار ہیں، اور ظاہر ہے کہ اُس وقت کے اِقتصادی حالات اب موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اقتصادی حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ڈائلکٹک کو بھی بدلنا چاہیئے۔ کارل مارکس کے قدیم نظریات کے لیے اب تک زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

قانُون شکنی

ڈائلکٹک کے قانون کی قانُون شکنی خُود انھیں کی طرف سے یُوں ہو رہی ہے کہ

لینن کہتے ہیں :۔

"مارکسزم کے تحت قائم ہونے والے نظریات فولادی بنیادوں پر قائم ہیں، ان کو کوئی نہیں بدل سکتا۔"

اگر ڈائلکٹکی نظریات فولادی بنیادوں پر استوار اور ناقابلِ تغیر ہیں تو اس صورت میں ان کا یہ نظریہ "ہر شے حتیٰ کہ عقاید و نظریات بھی متغیر و متحرک ہیں" غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کا یہ نظریہ صحیح ہے تو ڈائلکٹک کا ثبات و دوام جائز و ممکن نہیں رہتا۔ اب مارکسزم یہاں اپنے نظریات کے دوام و ثبات کا دعویٰ کرے تو ان کے نظریۂ حرکت و تغیر کا بطلان ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر حرکت و تغیر کا پابند رہے تو ڈائلکٹک باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ مارکسزم پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان دونوں میں سے کس شق کو اختیار کرتا ہے۔ وہ جس شق کو اختیار اختیار کرے۔ ہر دو صورت میں انہی کا نظریہ باطل ہو جاتا ہے۔

ذہنی حقائق

لینن کہتے ہیں :۔

"انسان کو چاہیئے کہ وہ حقائق کو جامد اور غیر متحرک تصور نہ کرے انسانی فکر و ادراک کسی شئے کی طرف ایک لامتناہی قربت کا نام ہے۔ مادی اشیاء کا ذہنِ انسانی میں آنا۔ ایک جامد اور غیر متحرک شے نہیں ہے۔ جس میں کوئی تضادات نہ ہوں بلکہ یہ بھی ایک ابدی حقیقت ہے۔"

حقیقت کی تعریف

"حقیقت" اِس نظریہ کو کہتے ہیں جو امرِ واقع کے مُطابق ہو اور

"غلط" اِس نظریہ کو کہتے ہیں جو امرِ واقع کے مطابق نہ ہو

مثلاً کسی کا یہ نظریہ ہو کہ زمین گول ہے اور اس کی مختلف حرکتیں ہیں۔ یہ امر واقع کے مُطابق ہے اور صحیح و مبنی بر "حقیقت" ہے۔ اِس کے برعکس اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ زمین مُسطّح اور ساکن ہے امرِ واقع کے مُطابق نہیں ہے، اور مبنی برحقیقت نہ ہونے کی وجہ سے "غلط" کہلائے گا۔ لہٰذا "غلط" اور صحیح کا معیار امرِ واقع ہے۔

مارکسزم "حقیقت" یعنی وہ نظریہ جو امرِ واقع کے مُطابق ہے کو مُتحرّک سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقائق بھی ہر آن بدلتے ہیں اور ان میں بھی ترقّی و تطوُّر ہے۔

تنقیدی جائزہ

حقیقت یا تو ذہنی ہوتی ہے یا خارجی، خارجی حقیقت بدلتی رہتی ہے اور اِس میں حرکت ہو سکتی ہے۔ جبکہ ذہنی حقائق ناقابلِ تغیُّر ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو ایک دانے کا ادراک ہوتا ہے، تو یہاں دو حقائق ہیں۔ ایک دانہ اور دُوسرا دانے کا عِلم و ادراک۔ دانہ تو بدلتا ہے اور ترقّی کر کے پَودا اور پھر درخت بن جاتا ہے، مگر دانے کا علم و ادراک ذہن میں بدلتا نہیں ہے۔ ذہن میں آنے والا دانہ نہ پَودا بنتا ہے نہ درخت، لہٰذا ذہنی حقائق نہیں بدلتے بلکہ جو صحیح ہے وُہ ہمیشہ صحیح ہے۔ اور جو غلط ہے وہ ہمیشہ غلط ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک حقیقت

ایک زمانے میں صحیح ہو اور دُوسرے زمانے میں غلط ہو۔ مثلاً مارکس کے مرنے کا کسی کو علم حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور حقیقت سالہا سال گذرنے کے بعد بھی بدل نہیں سکتی۔

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بدلنا خارجی حقیقت کی خصوصیت ہے ذہنی حقائق جنہیں علم و ادراک کہتے ہیں نہیں بدلتے۔ ذہنی حقیقت ہر شے میں خارجی حقیقت کے تابع نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آگ اپنی خارجی حقیقت میں جلاتی ہے مگر ذہنی حقیقت میں آگ جلاتی نہیں ہے۔ یعنی آگ کا ذہنی ادراک آگ کی تمام خصوصیتوں کو لے کر ذہن میں نہیں آتا۔ اور اگر حقیقت سے مُراد مارکسزم کے ہاں امرِ واقع کے مُطابق ہونے کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو مارکسزم بھی سوفسطائی نظریہ کا قائل ہو جائے گا۔ کیونکہ سوفسطائی بھی یہی کہتے ہیں کہ "یہ جو کچھ ہمارے علم و اِدراک میں آتا ہے امرِ واقع کے مُطابق نہیں ہے بلکہ وہم اور خیال ہے۔"

اگر انسان کے ذہن میں آنے والے علم و ادراک اور حقائق بدلتے ہیں تو کارل مارکس کا پیش کردہ پُرانا نظریہ، مارکس کے مُقلّدین کے ذہن میں اب تک کِس طرح قائم اور ثابت ہے۔ حقائق میں ترقّی و تبدُّل ہوتے ہیں تو جو حقائق مارکس کے مقلّدین کے ذہن میں ہیں ان پر اپنا قانُون سب سے پہلے لاگو کریں اور جب وہ اپنا نظریہ اپنے نظریہ پر نافذ کریں گے تو دُوسرے لمحہ میں ان کا نظریہ حرکت و تغیُّر کے تحت مر چکا ہو گا۔

فکر

— کیا فکر مادّی ہے؟
— حافظہ
— مادّی فکر
— افکار اور کلیّت
— افکار اور علوم میں ترقّی

کیا فکر مادّی ہے؟

مارکسزم کا ڈائلکٹکل میٹیریلیزم (جدلیاتی مادّیت) چونکہ ماورا مادہ کی نفی کرتا ہے اور ہر مادہ کو متحرک اور متغیر سمجھتا ہے۔

لہٰذا اُس کے نزدیک فکر بھی مادہ ہے اور ہر مادہ ہمیشہ حرکت میں ہے، اور کسی مادّے میں سکون وجمود نہیں ہے۔ اِس لیے کسی فکری مفہوم میں بھی دوام کلیت اور مطلقیت نہیں ہے۔ حقائق کے دائمی ہونے پر ہم قبل ازیں بحث کر چکے ہیں۔

مگر مارکسزم کے نزدیک فکر اور سوچ بھی مادّی ہے غیر مادّی نہیں ہے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ کیا فکر مادّی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس میں تغیّر آتا ہے کہ نہیں یا دُوسرے لفظوں فکری مفاہیم بدلتے ہیں یا نہیں؟

قدیم فلاسفر بعض مفاہیم کو دائمی اور بعض کو غیر دائمی جانتے تھے جبکہ مارکسزم کے نزدیک کوئی مفہوم دائمی نہیں ہے۔ حالانکہ خود مارکسزم بعض مفاہیم کو دوام بخشتا ہے۔ اور دعوای کرتا ہے کہ "مادہ ہمیشہ متحرک ہے"، اور ہر آن بدلتا ہے تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ کوئی بھی مفہوم دُوسرے آن میں ذہن میں باقی نہیں رہتا لہٰذا لہٰذا کسی گزشتہ واقعہ کا تصور ہم ایک لمحہ کے بعد ذہن میں محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

بلکہ یہ واقعہ اسی آن میں صادق ہوگا جس لمحہ میں یہ واقع ہُوا ہے۔ مثلاً یہ واقعہ کہ مارکس ایک انقلابی شخصیت تھے صرف اسی وقت میں تو صادق آسکتا ہے جس میں وہ انقلابی تھا۔ دُوسرے آن میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ انقلابی نہیں تھا۔ اِس طرح گذشتہ واقعات کے بارے میں اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ اِس طرح تاریخ کا مفہوم بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مارکسزم کے نزدیک فکر، علم و ادراک، مغز اور اعصاب کا کام ہے یعنی فکر ایک اعصابی عمل ہے لہٰذا فکر مادّہ ہے۔

اِسلامی نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ فکر غیر مادّی ہے، اور مادّہ (مغز و اعصاب) فکر کے لیے آلۂ کار ہے، اگر فکر مادّہ ہوتی تو مادّہ کی خاصیتیں اِس میں موجود ہونی چاہئیں جبکہ مادّہ کی خاصیتیں اِس میں موجُود نہیں ہیں۔ مثلاً مادّہ قابلِ تقسیم ہے۔ جبکہ فکر پر تقسیم واقع نہیں ہو سکتی۔ مادّہ کے اجزا ہوتے ہیں جبکہ فکر کے اجزا نہیں ہوتے۔

حافظہ

دُوسری دلیل یہ ہے کہ اگر فکر اور علم و اِدراک مادّہ ہے تو ہمیشہ تغیّر میں رہتا ہے اور بدلتا ہے۔ لہٰذا جو چیز ایک سال پہلے ذہن میں آئی ہے اسے اب ختم ہونا چاہیئے، اور اگر فکر صرف دِماغ ہی سے عبارت ہے تو دماغی سیلز (خلیئے) بدلتے رہتے ہیں، اور ان خلیّوں کے بدلنے سے فکر و ادراک کا بھی بدلنا ضرُوری ہے، چُونکہ انھی خلیوں کے علاوہ یہاں اور کچھ تو ہے ہی نہیں۔ لہٰذا ایک لمحہ پیشتر

فکر میں آنے والی بات دُوسرے لمحے میں موجُود نہیں ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ بیسیوں سال کی ہزاروں معلُومات اِنسانی دماغ میں محفُوظ رہتی ہیں اور اُسے حافظہ کہتے ہیں۔

اگر کسی نے بچپن میں اژدہے کو دیکھا ہے تو سالہا سال گذرنے کے بعد بھی اس کی شکل وصُورت اس کے ذہن میں محفُوظ رہتی ہے اور ہر مُناسب وقت پر وہ اژدہا اُسے یاد آتا ہے جبکہ یاد آنے سے اژدہے کی صُورت ذہن میں دوبارہ حاضر ہوجاتی ہے تو اس وقت دوبارہ اس نے اژدہے کو دیکھا نہیں ہے دیکھا صِرف پہلی مرتبہ ہے۔ اب بِن دیکھے اس کی صُورت اور شکل ذہن میں حاضر ہوجاتی ہے

ماہرینِ نفسیات اِس بارے میں کہتے ہیں کہ "انسان خارجی عوامل کے تحت اپنے حواس سے کسی ایک شئے کا اِدراک کرتا ہے اور بعد میں کسی خارجی عوامل کے بغیر عین اسی چیز کو ذہن میں حاضر کرتا ہے تو اسے چار مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔

۱ : **ابتدائی حِس** : یعنی پہلے جب ایک شے حواس میں آجائے تو پھر اسے محفُوظ رکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے تو خارج سے اپنے حواس کے ذریعہ ایک شے کا ادراک ہوتا ہے۔

۲ : **حفظ** : جو چیز ذہن میں وارد ہوجاتی ہے۔ جب تک عیناً وہی چیز ذہن میں باقی نہ ہو۔ کسی خارجی عامل کے بغیر اس کا دوبارہ ذہن میں آنا ممکن نہیں ہے۔

۳ : **تذکّر** : یادآوری: یعنی گذشتہ واقعہ کا ذہن میں دوبارہ حاضر کرنا۔

۴ : **تشخّص** : یعنی اس بات کی تشخیص کرنا کہ یہ بات جو اَب یاد آگئی

رہے۔ عیناً وہی بات ہے جو پہلے کسی وقت ذہن میں آئی تھی۔ دُوسری مرتبہ یہ بات خارج سے ذہن میں نہیں آئی اور نہ ہی یہ کوئی اور خیال رہے۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کے ذہن میں آنے سے لے کر دُوسری مرتبہ یاد آنے تک وہ بات ذہن کیسے محفوظ رہتی ہے، اور مناسب وقت پر یاد آنے سے پہلے اس کی نگہداری کیسے ہوتی ہے؟

جیسے ڈائلکٹک میٹریلزم کے حامی کہتے ہیں کہ اس وقت وہ دماغ کے کسی ایک خلیے میں اِس طرح محفوظ رہتی ہے جیسے آواز کیسٹ کی ریلوں میں محفوظ رہتی ہے۔ اور اس کے محفوظ رہنے کی کیفیت معلوم نہیں ہوسکتی۔ مگر جب مغز کے ان خلیوں میں تحریک ہوتی ہے تو اس وقت پُرانی بات دوبارہ ادراک میں آتی ہے۔ یعنی یاد آنا دُوسرا ادراک ہے عیناً پہلا ادراک نہیں ہے۔

جواب: اگر پُرانی بات دماغی خلیوں ہی میں محفوظ ہے تو یہ خلیے بدلتے رہتے ہیں۔ جن خلیوں میں یہ بات آئی تھی وہ خلیے اب موجود نہیں ہیں۔ یعنی کیسٹ کی وُہی ریل اب موجود نہیں ہے۔ اِس کی جگہ دُوسری ریل آگئی ہے۔ چنانچہ ستر سالہ شخص کا دماغ کئی مرتبہ بدل چکا ہے۔ اِس کے باوجود اسے اپنے بچپنے کی باتیں کیسے یاد ہیں اور کہاں محفوظ ہیں۔

اگر دماغی خلیے نہ بھی بدلیں پھر بھی انسانی دماغ میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ تمام معلومات کو اپنے خلیوں ہی میں محفوظ رکھے۔ کیونکہ انسانی دماغ کے خلیوں کی تعداد ۱۲ ارب سے زیادہ نہیں ہے جبکہ سائنسدانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انسان اپنے حافظے میں دس لاکھ ارب معلومات محفوظ رکھ سکتا ہے۔ فرض کر

لیجئے کہ ۱/۲ اراب معلومات تو دماغی خلیوں میں سما جاتی ہیں باقی معلومات کہاں محفوظ رہتی ہیں ؟

واضح رہے کہ سائنسی طور پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت ہے کہ چھ سال کے اندر انسانی جسم کے تمام خلیے بدل جاتے ہیں اور نئے خلیے ان کی جگہ لیتے ہیں۔

خود ڈائلکٹکی میٹریل ازم کا نظریہ بھی یہی ہے کہ "مادّہ ہر آن متحرک رہتا ہے۔"

ڈائلکٹک میٹریلزم کے حامی کہتے ہیں :-

خلیات بدلتے ضرور ہیں مگر دوسرے خلیے ان کی جگہ لیتے ہیں۔ اور ذہنی معلومات دوسرے خلیوں میں منتقل ہو جاتی ہیں جیسا کہ نہر کے بہتے ہوئے پانی میں انسان اپنی صورت کو برابر دیکھتا ہے جبکہ جس چیز میں وہ اپنی صورت دیکھ رہا ہوتا ہے وہ ہر آن بدلتی رہتی ہے مگر صورت نہیں بدلتی۔

جواب : اس بات سے تو خود ڈائلکٹکی قانون قائم نہیں رہتا کیونکہ یہ لوگ ذہنی معلومات کے بدلنے کے قائل تھے۔ اب کہتے ہیں کہ پانی میں نظر آنے والی تصویر کی طرح فکر بدلتی نہیں ہے۔

یہ مثال ایک شاعرانہ مثال تو ضرور ہے مگر حقیقت کے ساتھ اس مثال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جاری پانی میں ہم اپنی صورت کو ساکن اس لیے دیکھتے ہیں کہ یہ صورت ہمارے خیالی ادراک میں باقی ہے۔ ورنہ حقیقت میں مختلف صورتیں یکے بعد دیگرے بلا فاصلہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ اور فاصلہ نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا خیال اسے ایک ہی صورت سمجھتا ہے۔ جس طرح پردے پر نمودار ہونے والی فلمی تصاویر

ایک ہی صورت کی طرح ہمارے خیال میں آتی ہیں۔ ورنہ یہ ایک نہیں متعدد تصاویر ہیں، جو یکے بعد دیگرے آنے کی وجہ سے ہم اسے ساکن سمجھتے ہیں۔

سب سے بڑی دلیل

فکر و ادراک کے مادّی ہونے پر مارکسزم کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ "اگر فکر مادّی نہ ہوتی تو دماغ پر پڑنے والے اثرات سے فکر متاثر نہ ہوتی۔ حالانکہ دماغ پر پڑنے والے اثرات فکر براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ دماغی امراض سے حافظہ ختم ہو جاتا ہے۔ جنگوں میں دماغی صدمہ سہنے والے چند افراد جب اپنے وطن واپس پہنچے، تو انہوں نے اپنے شہر اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، اور وہ اپنا نام تک بھول چکے تھے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فکر مادّہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

اگرچہ فکر غیر مادّی ہے، اور علم و ادراک مادّے کے ماوراء میں محفوظ ہوتے ہیں مگر یاد آوری ایک عمل ہے اور یہ بات اسلامی فلسفہ میں واضح ہے کہ رُوح اپنے عمل میں آلہ اور اوزار کی مُحتاج ہے۔ لہٰذا فراموشی خواہ درازیٔ مُدّت کی وجہ سے یا دماغی خلل کی وجہ سے۔ اس سے ذہنی معلُومات بالکل ختم نہیں ہوتیں بلکہ اپنے آلۂ عمل کے فُقدان کی وجہ سے رُوح ان معلُومات کو صفحۂ ذہن پہ دوبارہ حاضر کرنے سے عاجز آجاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب دِماغی اَمراض کا علاج مُعالجہ ہوتا ہے اور آلۂ کار دُرست ہوتے ہیں تو رُوح دوبارہ پُرانی معلُومات کو صفحۂ ذہن پہ حاضر کرسکتی ہے اور پُرانی معلُومات وہاں موجُود

ہوتی ہیں۔

چنانچہ "برگسان" کہتے ہیں کہ

"یادآوری اور حافظہ میں فرق ہے۔ ہمارے ذہن میں جو معلومات جمع ہوتی ہیں وہ مادّی نہیں ہیں بلکہ مُعاملہ برعکس ہے۔ یعنی مادّہ حافظہ کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے، اور یہ تذکّر (یادآوری) خود ایک قوّت ہے۔ اشیاء کا تصوُّر (معلومات) ہمیشہ حافظہ میں موجُود رہتا ہے اور کبھی مٹ ہی نہیں سکتا۔ دماغ ایک پردہ کی طرح حافظہ کو ڈھانکے ہُوئے ہوتا ہے۔ یادآوری دماغ کا ایک عمل ہوتا ہے جو جو کبھی اس پردے کو چاک کرکے حافظہ میں موجُود معلومات کو سامنے لے آتا ہے۔"

وہ کہتے ہیں:-

"معلومات مادّہ نہیں ہیں بلکہ ایک معنوی بات ہے اور معنویات کو کسی جگہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

جدید ماہرینِ نفسیات نے بھی اِس بات کی تائید کردی ہے کہ معلومات ذہن سے مِٹ نہیں جاتیں، بلکہ صرف اِس کو دوبارہ ذہن میں حاضر کرتے (یاد کرنے) کی قُوّت رُوح سے سلب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ متعدّد نفسیاتی تجربوں سے ثابت ہُوا ہے کہ بعض حالات میں جب رُوح پر غیر معمُولی دباؤ پڑتا ہے تو بہُت سے فراموش شدہ واقعات یاد آجاتے ہیں۔

کچُھ حضرات نے تو یہ بھی واضح کردیا ہے کہ "اِنسان کو نزعِ رُوح کے وقت زندگی کے تمام واقعات یاد آجاتے ہیں۔

مادّے کے اوصاف اور فکر

فکر کے غیر مادّی ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ مثلاً ایک باغیچہ ہے جس کا طول ایک سو میٹر اور عرض بھی ایک سو میٹر ہے، اور زید نے اس باغ کا مشاہدہ کیا۔ مشاہدے کے بعد اس باغ کی تصویر اس کے ذہن میں نقش ہو گئی یعنی زید کی فکر میں باغ موجود ہے مگر باغ کا مادّی وجود ۱۰۰×۱۰۰ میٹر ہے مگر ذہن میں باغ کا غیر مادّی وجود یعنی اس کا علم و ادراک ۱۰۰×۱۰۰ میٹر نہیں ہے بلکہ اس علم و ادراک کا کوئی طول و عرض نہیں ہے یعنی مادّی نہیں ہے۔

مادّی فکر

اگر فکر مادّی ہے تو مادّے کو مارکسزم رواں نہر کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو ہمیشہ اور ہر آن حرکت میں ہے تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ کسی سوال کا جواب دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ سوال ذہن میں ٹھہرتا ہی نہیں تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔

کسی بات کا قبول و انکار بھی ناممکن ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی اس بات کو قبول کرنا چاہے کہ مارکس انقلابی تھا تو جب اس کے ذہن میں کارل مارکس آیا اور چاہا کہ اُسے انقلابی قبول کروں تو کارل مارکس کا تصوّر حرکتِ مادّہ کے تحت ذہن سے مٹ گیا۔ اب وہ کس کو انقلابی کہے گا۔

اسی طرح مارکسزم میٹافزیکس کے دلائل کو باطل کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا، کیونکہ میٹافزیکس کے دلائل مارکسزم کے ذہن سے نکل گئے ہوں گے جب

وہ انھیں باطل کرنا شروع کرے گا۔

افکار اور کُلیّت

اِنگلس کہتے ہیں :۔

"ڈائلکٹک کے نزدیک کوئی چیز قطعیّت اور کلیّت نہیں رکھتی اور کوئی طاقت موجودات کو حرکت اور تغیّر سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

جواب میں ہم اپنی طرف سے کسی لفظ کا اضافہ نہیں کریں گے خود انھیں کے نظریہ کا اعادہ کریں گے اور صرف یہی دہرائیں گے کہ ڈائلکٹک کے نظریات بھی چونکہ مادّی ہیں ان کے افکار میں جو نظریئے آئے تھے۔ اور کارل مارکس نے جو نظریات قائم کیے تھے، ان سب کو دُنیا کی کوئی طاقت حرکت و تغیّر سے باز نہیں رکھ سکتی۔ مارکس نے اپنے ہی اصُول کی روشنی میں اپنے نظریات پر اپنے اصُول کی جو تطبیق کی ہے ہم اُسے اس پر مُبارکباد دیتے ہیں۔

افکار و عُلُوم میں ترقّی

مارکسزم کی ایک دلیل یہ ہے کہ "عُلُوم میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے اور ترقی کا مطلب یہ ہے کہ علم و اِدراک اور اِنسانی افکار بدلتے رہتے ہیں ورنہ ترقّی کا مفہوم نہیں رہتا۔"

جواب : افکار و عُلُوم میں ترقّی کا مطلب یہ ہے کہ مجموعی طور پر اِنسانی علُوم و افکار میں ترقی ہوتی ہے، نہ یہ کہ ایک معلُوم اور ایک فکر ترقّی کرتی ہے مثلاً یہ معلُومات

کہ زمین گول اور متحرک ہے کوئی ترقی نہیں کرتیں کہ پہلے یہ علم باریک تھا۔ بعد میں یہی علم ترقی کر کے بلند تر ہو گیا۔ بلکہ یہاں بعض نئی معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور سابقہ معلومات کے ساتھ جدید معلومات کے اضافے سے علم کو ترقی مل جاتی ہے۔ اور کبھی نادرست نظریات باطل ثابت ہو جاتے ہیں، اور ان کی جگہ درست نظریات لے لیتے ہیں۔ یا ایک شے پر اجمالی علم حاصل ہوتا ہے۔ اور بعد میں تفصیلی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ یا بعض مجہولات سے پردہ اٹھتا ہے۔ اِس طرح علوم و افکار ترقی کرتے ہیں۔

لہٰذا علم و افکار میں ترقی کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر کسی کو کارل مارکس کے وجود کا علم حاصل ہوا ہو۔ اس کے ساتھ کئی سال گذارے ہوں، اور اب وقت گزرنے پر کارل مارکس کے وجود پہ حاصل ہونے والے پرانے علم میں ترقی آجائے۔

رُوح

- روح کی حقیقت
- خود آگاہی
- دلیلِ رُوح

رُوح کی حقیقت

رُوح ان مسائل میں سے ہے۔ جس کے بارے میں ہر کوئی ایک رائے رکھتا ہے، اور عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رُوح ایک پُراسرار وُجود ہے اور کسی مصلحت کے تحت پردۂ جسم میں چھپا ہُوا ہے۔ شعراء، مُقرّرین اور واعظین کے بیانات سے عام لوگ یہ تأثر لیتے ہیں کہ رُوح ایک لاہوتی پرندہ ہے جو جسم کے پنجرے میں بند ہے۔ اور غیر مُتوقع طور پر یہ پُراسرار وُجود اپنے اِس حقیر سے قصر (بدن) کو اپنی ذات سے زیادہ اہمیّت دیتا ہے۔ اور اپنی ذات کو فراموش کر دیتا ہے۔

یہاں تقریر وخطابت پر تنقید مقصُود نہیں ہے۔ کیونکہ تقریر وخطابت ایک فن ہے جسے اچھے مقاصد کے حصُول کے لیے بھی اِستعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمیں مقرّرانہ اور خطابانہ انداز کی باتوں، اور علمی اور فلسفی باتوں میں فرق معلوم کر لینا چاہیئے تاکہ مُلحدین کو ہم پہ بے جا اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔

قدیم فلسفیوں کے نظریات بھی رُوح کے بارے میں شاعرانہ ہی رہے ہیں، چنانچہ افلاطُون کہتے ہیں :۔

"رُوح قدیم ہے اور بدن سے پہلے موُجود تھی، اور اب اسے اپنے بلند پایہ

مقام سے اُتار کر جسم میں داخل کر دیا گیا۔"

ارسطو کہتے ہیں :۔

رُوح اور جسم دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، بلکہ ان دونوں میں کسی حد تک اتّحاد موجود ہے۔" مگر وہ اس کی وضاحت نہ کر سکے۔

انقلابِ فرانس کے بعد ڈیکارٹ نے پھر وُہی افلاطُونی قدیم نظریہ کا اعادہ کیا اور کہا :۔

"چُونکہ رُوح طول وعرض اور عُمق نہیں رکھتی اور شعُور رکھتی ہے۔ اور جسم طول عرض اور عمق رکھتا ہے۔ اور شعُور نہیں رکھتا۔ اِس لیے یہ دونوں دو مختلف چیزیں ہیں۔" یہاں ڈیکارٹ نے بھی رُوح وجسم میں اتحاد کا کوئی ذکر تک نہیں کیا، جبکہ سب سے اہم بات تو یہ تھی کہ وہ یہ بتادیں کہ جسم و رُوح میں کون سا ربط موجُود ہے۔ اور مادّی وغیر مادّی ایک ساتھ کیسے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

رُوح کی حقیقت اور اس کے جسم کے ساتھ ربط اور تعلّق کے بارے میں اب تک کسی فیصلہ کُن نتیجہ تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ پھر بھی نفسیاتی اور فزیالوجی تحقیقات اور انکشافات نے بہت سی اہم باتوں سے پردہ ضرور اُٹھایا ہے۔ اگرچہ ان تحقیقات کا مطمحِ نظر جسم و رُوح میں ربط کا انکشاف کرنا نہیں تھا۔ مگر ان کی تحقیقات سے بعض حقائق ازخُود سامنے آئے ہیں۔

اِسلامی فلسفہ میں رُوح اور حرکت مادّہ کے مسئلہ کو صدرالدّین شیرازی نے کافی حد تک حل کر دیا ہے، اور اس بارے میں بہت سی پیچیدہ مسائل کو قابلِ فہم بنا دیا ہے۔

صدر الدین شیرازی سے پہلے حرکت صرف مادّہ کے اوصاف میں منحصر سمجھی جاتی تھی یعنی مادّہ صرف کیفیاتی، کمیاتی، مکانی اور محوری حرکت رکھتا ہے۔ لیکن صدر الدین شیرازی نے حرکتِ جوہری کے اصُول سے روشناس کرا کر حقیقتِ مادّہ کی حرکت کو ثابت کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"جیسا کہ کائنات میں ایک سطحی اور ظاہری محسُوس حرکت موجُود ہے۔ اِس طرح ایک ایسی حرکت بھی موجُود ہے جو اس کائنات کی گہرائیوں میں ہے، اور محسوس نہیں ہوتی اور یہ کائنات کی جوہری حرکت ہے اور یہ حرکت باقی حرکتوں کے لیے اصل اور بُنیاد ہے اور مادّی اجسام میں اختلاف اسی حرکت کے نتیجہ میں آتا ہے۔ اور رُوح بھی قانونِ حرکت کا ایک نتیجہ ہے، اور مادّہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے آغوش میں ماوراء مادّہ کی پرورش کرے درحقیقت مادّہ اور غیر مادّہ میں کوئی خاص منافات نہیں ہے اور مادّہ اپنی ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد غیر مادّہ کا پھول دیتا ہے۔

چنانچہ رُوح مادے کی ارتقاء کا آخری پھُول ہے۔"

واضح رہے کہ رُوح مادّہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ رُوح حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور حرکت مادّہ اور رُوح میں رابطہ ہے۔

صدر الدّین شیرازی کی ان عظیم علمی تحقیقات کے بعد رُوح و جسم میں ربط قابلِ فہم ہو جاتا ہے۔

مادّہ پرست رُوح کو مادّہ کے اجزاء کے باہمی ارتباط کا ایک نتیجہ سمجھتے ہیں، اور رُوح کو بھی مادّہ کی خاصیتیں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

میٹا فیزیکی نظریہ یہ ہے کہ رُوح مادّے کی اِرتقاء کی آخری منزل کا پھُول ہے لہٰذا رُوح مادّے سے جُدا بھی ہے اور یہ دونوں ایک بھی نہیں ہیں بلکہ رُوح مادّے کے ساتھ مرُبوط ہونے کے باوجُود اپنا مُستقِل غیر مادّی وجُود رکھتی ہے۔

رُوح کے غیر مادّی ہونے پر بے شمار دلائل موجُود ہیں۔ ہم یہاں ان میں صِرف ایک ایسی دلیل پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو جدید علمِ نفسیات کی روشنی میں بھی قابِلِ قبُول ہے اور فلسفہ کی اصطلاحات کی پیچیدگیوں سے بھی صاف ہے۔

خُود آگاہی

یہ بات سب کے لیے ایک واضح حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کا اِدراک کرتا ہے، اور جانتا ہے کہ "میں موجُود ہوں" اور کائنات میں سب سے واضح حقیقت ہر شخص کے لیے اپنی ذات کا وجُود ہے۔ یہ ایک ناقابِلِ تردِید حقیقت ہے۔ البتّہ اس وجُود کی تہہ تک پہنچنا دُوسری بات ہے۔ اس حقیقت کی گہرائیوں کو سمجھنے کے لیے تو دلیل اور غور و فکر کی ضرُورت ہے۔ مگر اپنی ذات کے صِرف وجُود کو سمجھنے کے لیے کِسی دلیل کی ضرُورت نہیں ہے۔ لہٰذا کبھی کِسی کو اس بات پر دلیل قائم کی ضرُورت نہیں پڑی کہ میں موجُود ہُوں۔

اب یہ "خود" جو ہر شخص کے لیے واضح ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا مادّی ہے یا غیر مادّی؟ یہاں دو نظریئے پائے جاتے ہیں۔ میٹریلیزم کا نظریہ

میٹافیزکس کا نظریہ پہلا اس کی حقیقت کو مادّی اور دُوسرا غیر مادّی سمجھنا ہے۔

میٹریلزم کا نظریہ یہ ہے کہ "خود" ایک ثابت شئے نہیں ہے بلکہ "خود" ہر آن بدلتا ہے، اور ایک تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے آتا جاتا رہتا ہے۔

وہ کہتے ہیں: "یہ کہنا درست ہے کہ میں ہوں۔ میں نہیں بھی ہوں"۔ اِس کے لیے نہر کی مثال پیش کرتے ہیں کہ نہر کا پانی ہر آن بدلتا رہتا ہے، اور ہر آن میں مُختلف پانی سامنے آتا ہے۔ اِس کے باوجود نہر ایک ہے لہٰذا وہ "خود" اِس مسلسل اِدراکات کو کہتے ہیں جو ایک تسلسل کے ساتھ قائم رہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ "چُونکہ اِنسان اپنی خُودی کا اِدراک کرتا ہے اِس لیے "میں ہُوں" کہنا دُرست ہے، اور اس لیے کہ یہ "خُودی" ہر آن بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا "میں نہیں ہُوں کہنا بھی دُرست ہے۔"

دلیلِ رُوح

میٹافیزکی نظریہ یہ ہے کہ "خود" اِس حقیقت کا نام ہے جو تمام حالات میں موجُود رہتی ہے اور ناقابلِ تغیُّر ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے بھی اشارہ ہوچکا ہے کہ اب سائنس کے نزدیک یہ بات ایک مُسلّمہ ہے کہ اِنسانی جسم کے تمام خلیے تبدیل ہوتے رہتے ہیں خلیوں کی ایک کھیپ جل کر نابُود ہو جاتی اور کاربن کی شکل میں ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ پھر خُون ان کی جگہ نئے خلیے بناتا ہے اور خُون پیدا کرنے کے لیے غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِس طرح چھ سال میں انسانی جسم کے تمام خلیے بدل جاتے ہیں۔ اب

ستر سالہ شخص کا جسم اپنی زندگی میں کئی مرتبہ بدل چکا ہے اور پورے جسم کے بدلنے کے باوجود "خود" نہیں بدلتا اور ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں وہی ہوں جو آج سے پچاس سال پہلے تھا۔ لہٰذا

جو بدلتا ہے وہ مادّہ ہے ___ جسم

اور جو نہیں بدلتا وہ غیر مادہ ہے ۔ رُوح

اگر بقول مارکسزم "خود" مادہ ہے اور حرکتِ مادّہ کے تحت ہر آن بدلتا رہتا ہے تو درجِ ذیل سوالات کے جوابات کیا ہوں گے ؟

۱ : ایک شخص نے اگر کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی اور جرم کر دیا ہے تو مارکسزم قاتل سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے خود جرم کیا ہے، چونکہ اس کا "خود" تو ہر آن بدلتا رہتا ہے۔

۲ : ایک شخص نے کسی سے قرضہ لیا ہے تو کیا وہ کچھ عرصہ کے بعد اس قرض کے ادا کرنے کا پابند ہے ؟ ظاہر ہے کہ مارکسزم کے ہاں وہ قرض کی ادائیگی کا پابند نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر قرضخواہ مطالبہ کرے تو مارکسزم کا اِنسان، رُوحِ مارکس اور لینن کے ساتھ قسم کھا سکتا ہے کہ تُو نے مجھے قرض نہیں دیا ہے کیونکہ تُو اب وُہی نہیں رہا جس نے قرض دیا تھا، اور نہ میں نے قرض لیا ہے اِس لیے کہ جس نے قرض لیا تھا وہ بھی بدل گیا۔

۳ : ایک شخص نے تعلیمی سند حاصل کی، کیا چند سال کے بعد اُس کو مُناسب پوسٹ ملنا چاہیئے ؟ مارکسزم کے انسان کو کوئی پوسٹ نہیں ملنا چاہیئے کیونکہ جس نے سند حاصل کی تھی وہ بدل گیا ہے۔

۴ : طے شُدہ مُعاملات اور مُعاہدوں پر دستخط کرنے والے اپنے دستخطوں کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مارکسزم کا انسان بدل چُکا ہے۔

اِنسان اور نہر

"خود" کو نہر کے ساتھ تشبیہہ دینا ایک شاعرانہ تشبیہہ ہے۔ کیونکہ نہر ایک سطحی نگاہ میں تو ایک ہے مگر حقیقت میں نہر کے اجزا مختلف اور متعدد ہیں لہٰذا نہر کے شروع میں جو گذرے گا اِس سے نہر کا آخری حصّہ متاثر نہیں ہوتا، اور جن حالات سے نہر کا آخری حصّہ دوچار ہو گا، پہلا حصّہ نہیں ہو گا۔

یہاں ڈائلکٹک میٹریلزم کے مشہور فلسفی "ہرکلینڈ" کا قول قابلِ توجہ ہے وہ کہتے ہیں:۔

"ایک نہر میں دو مرتبہ داخل نہیں ہو سکتا۔"

لہٰذا مارکسزم کو اپنے فیلسوف کی یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہیئے اور کہنا چاہیئے کہ مارکسزم کے اِنسان سے دو مرتبہ مُلاقات نہیں ہو سکتی۔

اشیاء کا باہمی ارتباط

—— مارکسزم کا نظریہ
—— قانون علل واسباب
—— تجرید کا الزام

مارکسزم کا نظریہ

ڈائلکٹک میٹریلزم "جدلیاتی مادیت" کے اصولِ اربعہ میں سے تیسرا اصل اشیاء کا باہمی ارتباط ہے۔"

اِس کا مطلب یہ ہے کہ موجودات اپنی جگہ مستقل نہیں ہیں، اور کسی ایک شئے کو باقی اشیاء سے تجرید ABSTRACTION نہیں کیا جاسکتا، بلکہ موجودات ہر ایک دُوسرے سے وابستہ ہیں۔ اور سٹالین ڈائلکٹک کے اِس اصل کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"ڈائلکٹک میٹا فیزیک کے برخلاف طبیعات کو اتفاقی اور تصادُفی اور ایک دُوسرے سے جُدا نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو ایک ہی نظم کا مجموعہ سمجھتا ہے۔ جہاں اشیاء ایک دُوسرے کے ساتھ باہم مربُوط ہیں" [۱]

مارکسزم شاید سمجھتا ہے کہ یہ نظریہ کوئی نئی بات ہے اور صرف مارکسزم کے ذہن میں یہ بات آئی ہے۔ اور اُس نے دُنیا کو کوئی نئی فکر دی ہے کہ دُنیا میں رُونما ہونے والے واقعات اِتفاقی نہیں ہیں۔

درحقیقت یہ ایسا نظریہ ہے جس کا دُنیا میں کوئی مُنکر نہیں ہے، اور تمام مکاتیبِ فکر اس بات پر مُتفق ہیں کہ دُنیا میں رُونما ہونے والا ہر واقعہ کسی علل و

[۱] Materialism dialectics Sataleen

اسباب کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بِلا علل و اسباب اتفاقی طور پر
از خود کوئی حادثہ پیش نہیں آتا اور اسے

قانونِ علل و اسباب

کہتے ہیں جس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ خصوصاً اسلام کے نزدیک تو یہ مسئلہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اور اثباتِ توحید کے لیے علم کلام میں ایک دلیل یہی علل و اسباب کی دلیل ہے کہ ہر حادث یعنی عدم سے وجود میں آنے والا بِلا علل و اسباب وجود میں نہیں آتا، اور کائنات حادث ہے، یعنی عدم کے بعد وجود میں آئی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے علل و اسباب کا ہونا ضروری ہے، اور وہ ذاتِ خدا ہے۔

علل و اسباب کے بارے میں اسلامی تصوّر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کائنات کا نظام کچھ اس طرح بنایا ہے کہ یہاں بِلا سبب و علّت کوئی حادثہ رُونُما نہیں ہوتا۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔

ابی اللہ ان یجری الاشیاء الا باسبابھا

یعنی اللہ تعالیٰ نے روزِ اوّل میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اشیاء بِلا سبب جاری نہیں ہوں گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ
وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

بعض مسلمان فلاسفر فرماتے ہیں:۔

"کائنات کا باہمی ارتباط اس قدر مضبوط ہے کہ دُنیا کے کسی گوشے میں کوئی سانس لیتا ہے، اِس کا اثر دُنیا کے دُوسرے گوشے میں چلنے والی ہوا پر پڑتا ہے

نظریہ علل و اسباب کے قانون کا صرف برطانیہ کا مشہور فلسفی "ہیوم" مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ایک حادثہ دوسرے حادثہ کے بعد رونما ہوتا ہے۔ مثلاً آتش کے بعد گرمی محسوس کی جاتی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ پہلا دوسرے حادثہ کے لیے علت و سبب ہے یہ تجربے سے ثابت نہیں ہوتا۔

اس قسم کے ایک نظریے کا اظہار اشاعرہ (مسلمانوں کا ایک کلامی مکتب فکر) کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ چنانچہ یہ مکتب فکر طبیعات میں علل و اسباب کے روابط کا منکر ہے۔ جبکہ دوسرے تمام مکاتیب فکر نے اس نظریہ کو مسترد کر دیا ہے اور اس کے خلاف دلائل قائم کیے ہیں۔

تجریدی کا الزام

ان تمام حقائق کے باوجود مارکسزم کا یہ الزام کہ میٹافیزیکی اشیاء کو تجریدی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یعنی ہر چیز کو الگ تھلگ تصوّر کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے میں ربط کے قائل نہیں ہیں۔ بے بنیاد اور سراسر بدنیتی پر مبنی ہے۔ اور مارکسزم کا یہی الزام اس بات پر دلیل ہے کہ مارکسزم کا فلسفہ کسی بنیاد پر استوار نہیں ہے بلکہ یا تو دوسروں کے نظریات کی چوری کرتے ہیں یا دوسروں کے نظریات اپنا کر دوسروں پر اس کے برخلاف ہونے کی الزام تراشی کرتے ہیں۔

قارئین کرام کو اس سلسلہ میں کچھ شک ہو تو اس دلیل کو پڑھیے، جو وہ میٹافیزیک کے تجریدی ہونے پر قائم کرتے ہیں:۔

"میٹافیزیکی اس لیے تجریدی ہیں کہ وہ اشیاء کی تعریف کرتے ہیں اور

تعریف کے ذریعہ اشیاء کو ایک دوسرے سے نامربوط کرتے ہیں۔"

خود مارکسزم بھی اشیاء کی تعریف کرتا ہے۔ جیسا کہ لینن نے ڈائلکٹک کی یوں تعریف کی ہے :۔

"حرکت کے عام قوانین کا علم"

اور مادہ کی یوں تعریف کی ہے :۔

"وہ امر واقع جو ہمارے احساس میں آتا ہے۔"

لہذا تعریف کرنے سے تجرید لازم نہیں آتی۔ کیونکہ تعریف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک شے کو باقی اشیاء سے ممیز کر دیا جائے۔ اور ایک شے کا باقی اشیاء سے ممیز ہونے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ باقی اشیاء سے اس کا کوئی ربط بھی نہیں ہے۔

البتہ قانون علل و اسباب کے بارے میں مارکسزم اور میٹا فزیک میں یہ فرق موجود ہے کہ میٹا فزیکی علل و اسباب کے قانون کے تحت اشیاء کے ایک باہمی مضبوط اور محکم رشتے کے قائل ہونے کے ساتھ عالم مادہ کے لیے ایک علت العلل کے بھی قائل ہیں۔ اس علت نے جس نے مادے کو وجود دیا، باہمی ارتباط پیدا کیا اور اس میں قانون علل و اسباب نافذ فرمایا۔

مارکسزم حرکت و تغیر کے عوامل کے لیے کسی ماوراء مادہ کا قائل نہیں ہے بلکہ ان کا خداوہ تضادات ہیں جو مادے کے اندر موجود ہیں اور یہی حرکت و تغیر کے عوامل ہیں۔

دفعۂ انقلاب

— مارکسزم کا نظریہ
— تنقیدی جائزہ
— ڈائلکٹک کے نظریات میں تصادم
— معاشرہ اور انقلاب

مارکسزم کا نظریہ

ڈائلکٹک میٹریلزم (جدلیاتی مادیت) کے اصُول اربعہ میں چوتھی اصل دفعۃً انقلاب ہے۔

اِس سے مارکسزم کا مقصد یہ ہے کہ طبیعات اور مُعاشرہ میں دفعۃً انقلاب کے اصُول کارفرما ہیں۔ یعنی طبیعیات میں پہلے جُزئی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں پھر اچانک اور دفعۃً کُلّی انقلاب آتا ہے۔ وہ اپنی اصطلاح میں جُزئی تبدیلی کو کمیت اور کُلّی تبدیلی کو کیفیت کہتے ہیں۔ اِس طرح وہ طبیعیات اور مُعاشرے میں کمیات کو کیفیات میں بدلنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں سٹالین کی عبارت مُلاحظہ فرمائیے:۔

"ڈائلکٹک، میٹافیزکس کی طرح ترقّی و تغیُّر کو سادہ نہیں سمجھتا، جس میں کمیات کیفیّات میں دفعۃً بدل نہ جائیں بلکہ ڈائلکٹک کے نزدیک ترقّی کا مطلب یہ ہے کہ معمُولی اور پوشیدہ تغیُّرات واضح اور کیفیاتی تغیُّرات میں بدل جاتے ہیں، اور کیفیاتی تبدیلی تدریجی نہیں ہے بلکہ نہایت سُرعت سے اور دفعۃً ہوتی ہے۔ ایک حالت سے دُوسری حالت میں بدلنا اتّفاقی نہیں ہے بلکہ ایک قانُونی تبدیلی ہے۔ اور یہ دفعۃً انقلاب غیر محسُوس اور تدریجی تبدیلیوں کی کثرت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ڈائلکٹکی میٹریلزم میں حرکت ترقّی سے عبارت ہے

اور حرکت "دوری" نہیں ہے۔ یعنی حرکت کے بعد پھر پہلی حالت
کا اعادہ نہیں ہوتا بلکہ حرکت کے بعد ترقی آتی ہے، اور پہلی حالت
کے بعد ایک نئی حالت پیدا ہو جاتی ہے [1]

مارکسزم اس قانون کو معاشرہ میں نافذ کر کے ملکوں میں اپنا انقلاب لانے کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ:۔

"تدریجی اصلاحات اور جزئی تغیر ناکافی ہے۔ لہٰذا ایک نظریاتی حکومت قائم کرنے کے لیے معاشرے میں تدریجی اصلاحات مفید نہیں ہیں، بلکہ دفعتہً انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی طبیعیاتی قانون ہے۔ اسی لیے وہ اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے طبیعیات میں اس کی مثال تلاش کرتے ہیں اور اس کی مثال یوں پیش کرتے ہیں:۔

"پانی میں پہلے جزئی طور پر حرارت آتی رہتی ہے، اور جب درجۂ حرارت سو تک پہنچ جاتا ہے تو دفعتہً پانی بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے اس طرح اگر درجۂ حرارت صفر کو پہنچ جائے تو پانی دفعتاً منجمد ہو کر برف بن جاتا ہے۔"

یہ ہے ان کا نظریہ اور اس کی مثال۔ درحقیقت ان کا فلسفہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ پہلے وہ اپنے عزائم کو سامنے رکھتے ہیں پھر ان کے مطابق نظریات گھڑتے ہیں پھر اس کی طبیعیات اور فطریات میں چند سطحی اور غیر حقیقی مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] میٹریلیزم ڈائلکٹک ص۳

یہاں مارکس کے فلسفۂ تضادات اور حرکت سے اس کا اصل مقصد، یعنی ملکوں پر اپنا جارحانہ تسلّط قائم کرنا پورا نہیں ہوتا تھا۔ اِس لیے انہوں نے اپنے فلسفہ میں ایک اور باب کا اِضافہ کر دیا۔ اور دفعتاً اِنقلاب کا نظریہ گھڑ دیا۔ جس سے وہ اپنا جارحانہ انداز اختیار کرنے کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

ہم یہاں پہلے طبعیات، فطرت اور مُعاشرہ میں اِن کی مثالوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ اِن کے نظریات کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱ : حرکت ہمیشہ دَوری نہیں ہے کہ دوبارہ پہلی صُورت کی طرف لَوٹ آئے، بلکہ حرکت صعُودی ہوتی ہے نہ نزُولی۔

۲ : کمیات کا کیفیّات میں بدلنا ایک آفاقی قانوُن ہے۔

۳ : یہ قانوُن طبعیات کے علاوہ مُعاشرہ میں بھی جاری وساری ہے۔

تنقِیدی جائزہ

ہر حرکت کے لیے ترقی کا ہونا علمی نکتۂ نگاہ سے ضروری نہیں ہے بہُت سی ایسی حرکتیں موجُود ہیں جو کسی ترقّی پر منتج نہیں ہوتیں، اور حرکت کے باوجُود وہ پہلی صُورت کی طرف لَوٹ آتی ہیں۔ یعنی حرکت دَوری ہوتی ہے اور حرکت کے بعد صِرف عدد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اصل نوعیت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ انڈے کو لیجئے کہ یہ ترقی کر کے مُرغی بن جاتا ہے۔ اور مُرغی ترقی کے مراحل طے کرنے کے بعد انڈے دیتی ہے۔ اِس طرح بالآخر حرکت اپنی پہلی صُورت پر منتہی ہوتی ہے۔

اِسی طرح درختوں میں بھی یہی صورت ہے کہ مثلاً سیب کا درخت ترقی کرتا ہے اور درخت سے پھر سیب بنتا ہے۔

سمندر کا پانی سورج کی حرارت کی وجہ سے بخار میں تبدیل ہوتا ہے۔ اور بخار پھر پانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ان حرکتوں میں کوئی کمیت کیفیت میں تبدیل نہیں ہوتی۔ البتہ تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سیب سے کئی سیب وجود میں آتے ہیں مگر ہماری بحث کمیت کے کیفیت میں بدلنے سے ہے۔ اگر مارکسزم کا مقصود اسی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِس سے کوئی منکر نہیں ہے۔

دفعۃً انقلاب کوئی آفاقی قانون نہیں ہے۔ کیونکہ طبیعیات میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں دفعۃً اِنقلاب نہیں ہوتا، بلکہ ان میں تدریجاً تبدیلی آتی ہے۔

اِسی انسان کو لیجئے کہ اِس کی ترقی میں کوئی دفعۃً تبدیلی نہیں آتی بلکہ نطفہ سے لے کر عالمِ شباب اور بڑھاپے تک تدریجی ترقی ہوتی ہے۔

زمین کو نظر میں رکھیے کہ کروڑوں سال گزرنے کے بعد موجودہ صورت میں آئی ہے۔

اِسی انڈے کو لیجئے جس کی مارکسزم بہت مثالیں پیش کرتا ہے۔ اس میں بھی کوئی دفعتاً تبدیلی نہیں آئی۔

لہٰذا دفعۃً انقلاب کوئی کُلی قانون نہیں ہے۔ بعض اشیاء میں دفعۃً تغیر اور تبدیلی آتی ہے۔ اور بعض دوسری اشیاء میں تبدیلی آتی ہے۔ لہٰذا مارکس کا یہ قانون

طبیعیات میں کُلیت نہیں رکھتا۔

یہاں ڈائلکٹک میٹریلزم سے ایک اہم سوال کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مارکسزم تضادات کے بارے میں جو مثالیں پیش کرتا ہے وُہی مثالیں دفعتہً انقلاب میں کیوں پیش نہیں کی جاتیں۔ تضادات میں وہ انڈے اور بیج کی مثالیں دیتے ہیں۔ وُہی مثالیں دفعتہً انقلاب میں بھی دینی چاہئیں۔ اِس کے علاوہ دفعتہً انقلاب میں وہ پانی کے بُخار میں بدلنے کی مثال دیتے ہیں۔ یہی مثال تضادات میں کیوں نہیں دیتے ؟

اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ: چُونکہ پانی کے بُخار میں تبدیل ہو جانے کے لیے پانی کے اندر موجُود تضادات کافی نہیں ہیں بلکہ کوئی خارجی طاقت (حرارت) پانی کو بُخار میں تبدیل کر دیتی ہے۔ لہٰذا پانی کا بُخار میں بدلنا تضادات کے لیے مثال نہیں بن سکتا۔

اور اسی طرح انڈہ اور بیج میں بتدریج تبدیلی آتی ہے۔ اِس لیے یہ دفعتہً اِنقلاب کی مثال نہیں بن سکتی۔

حالانکہ مارکسزم کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اس کے نظریات آفاقی قوانین ہیں اور تمام طبیعیات پر حاکم ہیں۔

ڈائلکٹک کے نظریات میں تصادم: ڈائلکٹک میٹریلزم کے نظریات کے سطحی اور غیر منطقی ہونے پر اتنی بات کافی ہے کہ دفعتہً انقلاب کے نظریہ میں پانی کی مثال سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مُعاشرے میں انقلاب کیلئے تدریجی اصلاح کافی نہیں ہے بلکہ خارجی طاقت کے ذریعہ دفعتہً انقلاب کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ پانی میں خارجی طاقت سے انقلاب آتا ہے۔

جبکہ قانونِ تضادات میں کہتے ہیں کہ ہر شئے کے اندر موجود تضادات ترقی وانقلاب کے لیے کافی ہیں خارجی طاقت کی ضرورت نہیں ہے۔"

کیا مارکسزم معاشرے پر تضادات کے قانون کو نافذ العمل سمجھتا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو انقلاب لانے کے لیے معاشرے کے داخلی تضادات کافی ہیں اور کسی بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں ؟ (واضح رہے مارکسزم اپنے انقلاب کی کامیابی کے لیے طاقت استعمال کرنے کو اپنے نظریات کا جزوِ لاینفک سمجھتا ہے)

اگر وہ معاشرے میں دفعتًا انقلاب کا قانون نافذ العمل سمجھتا ہے تو جیسے پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے کے لیے بیرونی طاقت کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں انقلاب لانے کے لیے داخلی تضادات کافی نہیں ہیں بلکہ خارجی طاقت کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ معاشرہ بذاتِ خود تغیر پذیر نہیں ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ مارکسزم کا فلسفہ اپنے داخلی نظریات میں ہم آہنگی نہیں رکھتا۔

معاشرہ اور انقلاب : رہا معاشرہ میں مارکسزم کا نظریہ کہ طبیعیات کی طرح معاشرہ میں بھی دفعتًا انقلاب آنا چاہیئے، اور تدریجی اصلاحات مفید نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں حقیقت یہ ہے کہ یہاں نہ دفعتًا انقلاب کلیت رکھتا ہے نہ تدریجی اصلاحات۔ یہ بات معاشرے کی حالت کے ساتھ مربوط ہے کہ اگر معاشرہ قابلِ اصلاح ہے تو تدریجی اصلاحات اور عوام کی تربیت کے ذریعہ انقلاب آسکتا ہے اور اصلاح کے ذریعہ اچھے مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اور اگر معاشرہ میں فساد جڑوں تک پھیل گیا ہو اور معاشرے کی عمارت اس قدر بوسیدہ ہوگئی ہو کہ مرمت مفید ثابت نہیں ہوگی تو اس صورت میں دفعتًا انقلاب ناگزیر ہے۔

تمام شد

اسلام شناسی کیلئے ہماری مقبول مطبوعات کا مطالعہ فرمائیں

مصنف : مرتضیٰ مطہری شہید . ترجمہ : خالد فاروقی

۱- ختم نبوت : صفحات ۸۰ ، آفسٹ پیپر . قیمت : چار روپے

فلسفۂ ختم نبوت پر مبنی اس مختصر مگر جامع کتاب میں دورِ حاضر کے اسلامی فلسفی اور مفکر آیۃ اللہ مرتضیٰ مطہری شہید نے عقیدۂ ختم نبوت کی حقانیت اور معقولیت کو عقلی اور قرآنی استدلال سے بیان کیا ہے اور اس عقیدہ پر غیر اسلامی ادیان کی جانب سے وارد کئے جانے والے اعتراضات اور شکوک و شبہات کو مدلل جوابات سے دور کیا ہے ۔

مصنف : مرتضیٰ مطہری شہید .

۲- حیاتِ جاوید یا زندگیٔ اخروی : ترجمہ : السید افتخار حسین نقوی

صفحات : ۴۸ . قیمت : چار روپے

قیامت سے متعلق اسلامی نظریہ پر بحث کرتے ہوئے اسلام کے عظیم فرزند آیۃ اللہ مطہری شہید نے قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو عقلی دلائل اور جدید سائنسی حوالوں سے ثابت کیا ہے، اس کتاب کا مطالعہ قارئین کرام کی شخصیت کو کمال و ارتقاء کی جانب لے جانے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان میں پختگی کا بھی باعث ثابت ہوگا۔

مصنف : امام باقر الصدرؒ شہید . ترجمہ : السید افتخار حسین نقوی

۳- تصورِ مہدی : صفحات : ۶۶ . قیمت : چار روپے

یہ کتاب دورِ حاضر کے عظیم اسلامی مفکر اور فلسفی آیۃ اللہ العظمیٰ امام باقر الصدرؒ شہید کی تصنیف ہے جس میں آپ نے دینِ اسلام کے نظریۂ مہدویت پر عائد کئے جانے والے اعتراضات اور شکوک و شبہات کو عقلی اور جدید سائنسی دلائل کی روشنی میں دور کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ انسانیت کو معراج تک پہنچانے اور دنیا میں امن و سکون کی فضا قائم کرنے کے لئے اس عقیدے پر پختہ ایمان لانا لازمی امر ہے ۔

مصنف : امام باقر الصدرؒ الشہید . ترجمہ : حجۃ الاسلام سید ساجد علی نقوی

۴- اسلامی جمہوریہ کا دستوری ڈھانچہ : صفحات : ۲۴ . قیمت : دو روپے

اس کتاب میں اسلامی جمہوریہ کی فکری اساس اور اسکے قابل عمل وجود کو عظیم اسلامی مفکر اور فلسفی آیۃ العظمیٰ امام

باقر الصدر الشہید نے جامعیت مگر اختصار سے بیان کیا ہے۔ یہ دستور العمل عالم اسلام کی تمام حکومتوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ با ذوق قارئین کرام خاص کر قانون دان اور ارباب بست و کشاد کیلئے نہایت ضروری ہے۔

مصنف: ناصر مکارم شیرازی۔ ترجمہ: السید افتخار حسین نقوی

۵۔ نوجوانوں کے جنسی مسائل اور انکا حل

صفحات: ۱۷۰۔ قیمت: آٹھ روپے

جدید دور کا نوجوان جن اسباب کی بنا پر جنسی مسائل سے دوچار ہے انکو واضح کرتے ہوئے مفکر اسلام آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی نے ان سے نجات حاصل کرنے کے قابل عملی اور منطقی حل پیش کئے ہیں جو کہ نوجوان نسل کو بے راہروی سے نجات دلانے اور انہیں محفوظ رکھنے کے لئے نہایت مؤثر ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ نسل نوجوان خاص کر والدین کے لئے لازمی اور مفید ہے۔

۶۔ مومن کون؟۔ فرامین امیرالمومنینؑ

قیمت: ۳ روپے

مومن کی تعریف پر مبنی انسانیت کے عظیم رہبر امیرالمومنینؑ کے حکیمانہ و بلیغانہ ارشادات پر مشتمل یہ کتاب تین زبانوں انگریزی، اردو، عربی اور خوبصورت رنگوں میں نہایت دیدہ زیب انداز میں آرٹ پیپر پر شائع کی گئی ہے اس کا مطالعہ انسان کو ایک پرامن معاشرے کا فرد بنانے کے لئے نہایت مؤثر ہے۔

مصنف: آیۃ اللہ مرتضیٰ مطہری شہید۔ ترجمہ: مظفر شاہ عالم

۷۔ انسان اور تقدیر

صفحات: ۱۳۲، آفسٹ پیپر۔ قیمت: ۱۲ روپے

اس کتاب میں مفکر اسلام آیۃ اللہ مرتضیٰ مطہری شہید نے قارئین کرام کے ذہنوں کو مسئلہ تقدیر سے متعلق بہت سی الجھنوں سے نجات دلانے کیساتھ ساتھ اس سے متعلق اسلامی نظریہ کی معقولیت کو واضح کیا ہے جس سے انسان احساس کمتری اور مایوسی کی زنجیروں کو توڑ کر حرکت و ترقی کی راہ پر تیزی سے قدم بڑھاتا ہے۔

مصنف: آیۃ اللہ محمد آصف محسنی قندھاری۔ ترجمہ: شیخ محسن علی نجفی

۸۔ اسلامی اقتصاد

صفحات: ۹۶، آفسٹ پیپر۔ قیمت: ۹ روپے

یہ کتاب حرکت انقلاب اسلامی (افغانستان) کے رہبر آیۃ اللہ محمد آصف محسنی قندھاری کی تصنیف ہے آپ نے اس کتاب میں اسلامی اقتصادی نظام کو نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے اسلامی اقتصادی نظام کا دیگر نظامہائے اقتصاد سے تقابلی جائزہ پیش کیا ہے جس سے اسلامی اقتصادی نظام کی معقولیت اور ضرورت قاری کے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔